بچوں اور بچیوں کا پیارا رسالہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدام

وفا 1354
جولائی 1975

ایڈیٹر
لئیق احمد طاہر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک زبردست نشان

حضرت مہاشہ محمد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1942ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے ماتحت خاکسار، حضرت مولوی غلام رسول راجیکیؓ کے ساتھ ہندوستان کے دورہ پر گیا۔ ہمارا وفد جب ''جگن ناتھ پوری،، پہنچا تو وہاں کے مہنت نے خواہش ظاہر کی کہ ان کے مندر میں جلسہ ہو۔ اور اس کی صدارت وہ خود کرینگے۔ چنانچہ جلسہ کے تمام انتظام خود مہنت جی نے کئے۔ جب جلسہ شروع ہوا اور مہنت جی مہاراج کرسی صدارت پر آ کر بیٹھ گئے تو سمندر سے ایک گہرا بادل اٹھا اور آناً فاناً آسمان پر چھا گیا اور بڑی بڑی بوندیں گرنی شروع ہو گئیں۔ لوگ جو کئی ہزار تھے اٹھنے شروع ہو گئے۔ مہنت جی نے فرمایا کہ آپ نہ اٹھیں۔ ہم مٹی کے تھوڑے ہیں کہ بھیگ جائیں گے۔ ادھر حضرت مولانا راجیکیؓ زور زور سے کچھ پڑھ رہے تھے جس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی ایک تو لوگ جلسہ گاہ سے اٹھ رہے تھے اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحب نے اپنا جلسہ شروع کیا ہؤا تھا اور بڑی اونچی آواز سے کچھ فرما رہے تھے۔ آخر چند منٹ کے بعد بادل ہٹ گئے اور مولوی صاحب بھی خاموش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جلسہ بہت ہی کامیاب رہا۔ جلسہ کے اختتام پر میں نے مولوی صاحب سے عرض کی کہ حضرت آپ اونچی اونچی کیا لیکچر دے رہے تھے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے مجھے تقریر کرنے میں کافی تکلیف ہو رہی تھی۔ فرمانے لگے کہ جب جلسہ شروع ہؤا تو میں نے دیکھا کہ فرشتے بادلوں کو اٹھا کر لا رہے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ احراریوں والا کام کب سے تم نے شروع کیا۔ کیونکہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جلسہ ہو اور تم اسے خراب کرو۔ تم یا تو رک جاؤ ورنہ میں ابھی اللہ تعالیٰ سے تمہاری شکایت کروں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے فرشتے فوری طور پر بادلوں کو دور لے گئے۔ اور اس زبردست نشان کا نہ صرف عوام پر بلکہ مہنت صاحب پر بھی بہت اثر ہؤا اور میرے لئے ایمان میں زیادتی کا باعث ہؤا۔

(ماخوذ از برہان ہدایت)

اطفال و ناصرات کے لئے مقالہ نویسی کا مقابلہ

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ خدام کی طرح اطفال اور ناصرات کیلئے بھی مقالہ نویسی کا مقابلہ منعقد کیا جائے قواعد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عنوان :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے سلوک ۲۔ تعداد الفاظ :۔ ڈیڑھ ہزار ۳۔ مرکز میں مقالہ پہنچنے کی آخری تاریخ 31 اگست 1975ء ۴۔ ہر واقعہ کا حوالہ دیا جائے یعنی کتاب اور مصنف کا نام بھی لکھا جائے ۵۔ اول دوم و سوم انعام بالترتیب 50 روپے 30 روپے اور 20 روپے نقد۔

(مہتمم اطفال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں اور بچیوں کا

پیارا رسالہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جسے بڑے بھی پورے شوق سے پڑھتے ہیں

جلد ۱۸ ---------- شمارہ ۷

جولائی سنہ ۱۹۶۵ء

وفات ۱۳ ش ۱۳۴۴ھ

طاہر

فی پرچہ

۸۰ پیسے

ربوہ

ماہنامہ

التشحيذ الأذهان

خصوصی نمبر

کہانی نمبر

ایل-۱۲۸ے

293

ابراہیم محمد سلام الاحمدیہ
حلقہ انجمن کوارٹرز دارالصدر شرقی، ربوہ

ایڈیٹر

لئیق احمد طاہر

سالانہ چندہ

آٹھ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اداریہ

"کہانی نمبر"

بھائی جان

میرے عزیز بھائیو اور بہنو! ——— آپ سے ملاقات ہوئے دیر ہو گئی ہے دراصل میں اپنا یہ صفحہ عمداً آپ کی کہانیوں اور مضامین کے لئے وقف کر دیتا ہوں تا آپ زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہوں۔

آپ نے جس والہیت سے "تشحیذ" کا خیر مقدم کیا ہے۔ اس پر میں خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ تقریباً نصف سال میں اس کی اشاعت میں ایک ہزار خریداروں کا اضافہ ہوا ہے۔ مگر میرے تشحیذی دوستو! محض کچھ لکھ لینے پر اکتفا نہ کرو بلکہ اچھی سے اچھی تحریر اور خوبصورت زبان سیکھو۔ کم از کم اتنا تو کرو کہ جو مضمون ہمیں بھیجو اس کی اشاعت کے بعد اپنے بھیجے ہوئے مضمون کے ساتھ اس کا مقابلہ کر لیا کرو تا آئندہ پہلی غلطیاں نہ دہرائی جائیں۔

"کہانی نمبر" پیش ہے مگر دنیا کے کہانی نمبروں سے بالکل مختلف ہے اس میں پریوں اور دیووں کی فرضی حکایتوں کی بجائے سبق آموز کہانیاں اور واقعات دیئے گئے ہیں ——— جیسا کہ ہماری جماعت سب فرقوں سے ممتاز اور تعلیماتِ اسلامیہ کی آئینہ دار ہے ویسا ہی یہ "کہانی نمبر" بھی سب رسالوں میں امتیازی حیثیت کا حامل ہوگا۔ سچ مچ بلا تکلف اپنے تاثرات سے ہمیں آگاہ کرو!

○

Digitized by Khilafat Library Rabwah

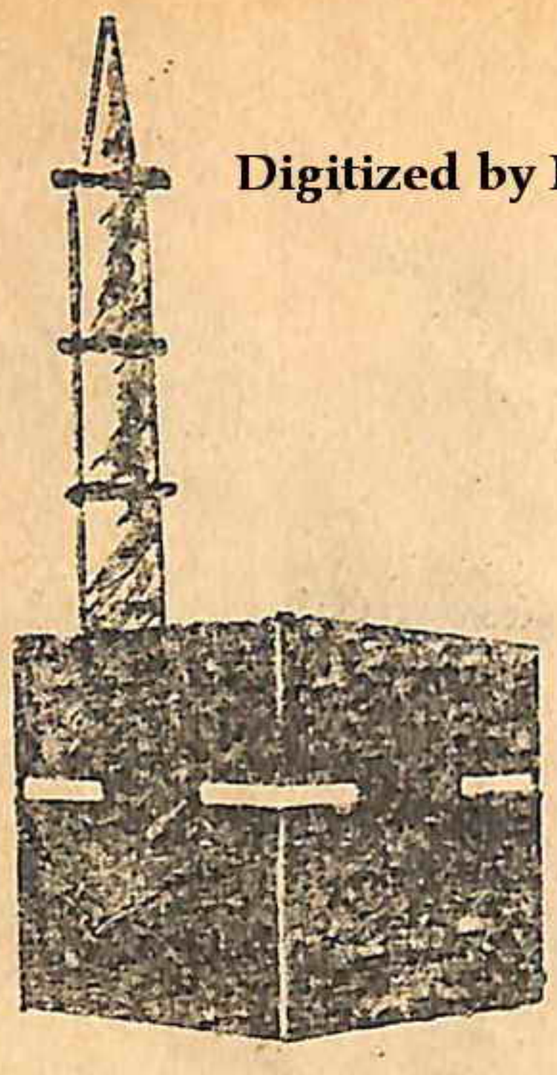

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا

اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ

لِذِکْرِ اللّٰہِ

ترجمہ: کیا ایمان داروں کے لئے ابھی وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے عاجزی اختیار کریں۔

—

میرے تشحیذی نونہالو! اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان کے دل میں نیک تبدیلی پیدا کرتا ہے اور ہر قسم کے ظلم اور تکبّر سے اسے پاک صاف کر دیتا ہے۔ عیاض ایک مشہور ڈاکو تھا۔ اس نے سارے ملک میں قتل و غارت کا میدان گرم کر رکھا تھا۔ بیسیوں معصوم بچے اس کی تلوار کا نشانہ بنے۔ بہت سے نوجوانوں کے سینے اس نے اپنے نیزے سے چھلنی کر دیئے۔ ایک بار وہ رات کے اندھیرے میں ایک مکان میں ڈاکہ ڈالنے گیا۔ جب وہ دیوار پھلانگ کر اندر اترا۔ تو اسے عجیب سی آواز سنائی دی۔ وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ پھر چلتے کی سی ہشیاری سے آہستہ آہستہ دروازہ کے قریب ہوا تا بولنے والے کی آواز سنے۔ جب اس نے دروازہ کے ساتھ اپنے کان لگا دیئے تو اندر سے اسے قرآنِ مجید کی نہایت میٹھی آواز سنائی دی۔ کوئی شخص مندرجہ بالا آیت نہایت سوز سے پڑھ رہا تھا۔

یہ آیت سنتے ہی عیاض کے دل کی حالت تبدیل ہو گئی اور اس نے ارادہ کیا کہ اب وہ کبھی کوئی جوان۔ بوڑھا۔ مرد۔ عورت اور بچہ قتل نہیں کرے گا۔ کبھی ڈاکہ نہیں ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں محو ہو جائے گا ——— اس تبدیلی کے بعد عیاض ——— حضرت صوفی عیاض ——— کہلانے لگے اور مسلمان اولیاء اللہ میں انہوں نے بہت بلند مقام حاصل کیا۔

عزیز بچو! جو شخص سچے دل سے قرآنِ مجید کی تلاوت سوچ سمجھ کر کرتا ہے اور دن رات خدا تعالیٰ کو پیار اور محبت سے یاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کا دل اپنے نور سے منور کر دیتا ہے اور ہر لحظہ و ہر آن اُس کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

پیارے رسولؐ کی پیاری باتیں

(۱) "اِنْ اَکَلْتَ طَعَامَکَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ"۔
ترجمہ: جب تو کھانا کھانے لگے تو بسم اللہ پڑھ لیا کر

---

(۲) "مَنْ اَکَلَ بِشِمَالِہٖ اَکَلَ مَعَہُ الشَّیْطَانُ"
ترجمہ: جس نے بائیں ہاتھ سے کھایا اس کے ساتھ شیطان نے کھایا۔

---

(۳) "اِبْتَدِمُوْا وَلَوْ بِالْمَاءِ"
ترجمہ: (کھانے کے ساتھ) سالن استعمال کرو خواہ پانی ہی ہو۔

---

(۴) "نَھٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ"
ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے اور پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

---

(۵) "اِنْزِعِ الْقَدَحَ عَنْ فِیْکَ ثُمَّ تَنَفَّسْ"۔
ترجمہ: (پانی وغیرہ پیتے وقت) منہ سے پیالہ الگ کرو پھر سانس لو

ٹوپی کی تلاش

حضرت خالد بن ولیدؓ بہت بڑے جرنیل گزرے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "سیف اللہ" کا خطاب دے رکھا تھا۔ اُن کے بارے میں مشہور ہے کہ جنگ کے دوران کبھی بھی ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں آتے تھے بلکہ اللہ کی راہ میں جنگ کرنے میں بہت خوشی محسوس کرتے تھے۔

یہ واقعہ جنگ یرموک کا ہے کہ جنگ جاری ہے اور آپ بہت پریشان ہیں اور ساتھ ہی کوئی چیز تلاش کر رہے ہیں۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ آپ کی ٹوپی گم ہو گئی ہے لیکن صرف ٹوپی کا گم ہونا اور دنیا کے عظیم سپہ سالار کا اتنا پریشان ہونا لشکر کو ذرا عجیب سا لگا۔ خدا کی مہربانی سے ٹوپی مل گئی تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ فتح مل گئی ہے اس بات سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ فتح کے سارے راز اس ٹوپی میں تھے۔ آخر لشکر والوں نے پوچھا کہ اس ٹوپی میں وہ کونسی چیز ہے جس کے لئے آپ اتنے پریشان تھے تو آپ نے فرمایا کہ آخری حج سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بال کٹوائے اور میں نے وہ بال اٹھا لئے۔ حضورؐ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ بال کیا کرو گے؟ تو میں نے جواب دیا کہ ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا۔ اور اپنی ہر چیز سے عزیز رکھوں گا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تک یہ بال آپ کے پاس رہیں گے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور کبھی بھی شکست نہیں ہوگی۔ چنانچہ میں نے یہ بال ٹوپی میں رکھ کر سلوا لئے تھے تاکہ یہ بال مبارک ہمیشہ میرے ساتھ رہیں اسی لئے یہ ٹوپی مجھے اتنی پیاری ہے۔" (اداریہ اقبال پٹنہ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۷۵ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جوابات انعامی معلوماتی مقابلہ ۴

(۱) ریڈیو کی ایجاد ۱۹۰۱ء میں مارکونی کے ہاتھوں ہوئی

(۲) سب سے اونچا مینار "ایفل ٹاور" پیرس میں ہے جو کہ ۹۸۵ فٹ بلند ہے۔

(۳) دنیا میں سب سے زیادہ کھجوریں عراق میں ہوتی ہیں۔

(۴) ہمارے پڑوسی ملک ایران کا سرکاری نام "کشورِ شہنشاہیٔ ایران" ہے

(۵) کینیڈا کا دارالحکومت اوٹاوا اور سکہ ڈالر ہے

(۶) دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام پاکستان میں ہے

(۷) جامعۃ الازہر (قاہرہ) دنیا کی مشہور ترین اور قدیم ترین اسلامی یونیورسٹی ہے

(۸) البانیہ وہ واحد اسلامی ملک ہے جو پورے کا پورا براعظم یورپ میں واقع ہے۔

(۹) جابر بن حیان سب سے پہلا کیمیادان تھا۔

(۱۰) امریکہ کی مشہور بہری۔ گونگی اور اندھی مصنف کا نام ہیلن کیلر ہے۔

انعامی معلوماتی مقابلہ نمبر ۴ میں کل ۱۳۱ خطوط موصول ہوئے جن میں سے۔

عزیزم مبشر احمد روہڑی ضلع سکھر ۴۵/۵۰ نمبر لے کر اوّل آئے ہیں

اور دوم آنے والے چار بچوں میں سے بذریعہ قرعہ اندازی

عزیزہ فوزیہ سروش ۱۸۸/۱۲ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ

۴۴/۵۰ نمبر لے کر دوم آئی ہیں۔

از

منور احمد طاہر

کوٹ احمدیہ۔ براستہ ٹنڈو غلام علی ضلع بدین (سندھ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انعامی معلوماتی مقابلہ نمبر (۶)

مقابلہ میں شریک ہونے والے تشحیذی خریدار ۱۵ر جولائی تک اپنے جوابات ارسال کریں۔ پہلا انعام ۶ روپے اور دوسرا انعام چار روپے ہوگا۔

(۱) ایران کا پرانا نام تحریر کریں!
(۲) دنیا کا سب سے اونچا گرجا کہاں پر ہے؟
(۳) بیت المقدس کا غازی مجاہد کسے کہا جاتا ہے؟
(۴) عوامی جمہوریہ چین کے دارالحکومت اور سکے کا نام تحریر کریں۔
(۵) رقبہ کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک کون سا ہے؟
(۶) دنیا کی سب سے خوبصورت بندرگاہ کون سی ہے؟
(۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کس صحابیؓ کو "شیخ الاسلام" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے؟
(۸) انگلستان کے اس بادشاہ کا نام بتائیں جو انگریزی زبان سے بالکل ناواقف تھا!
(۹) روس اور امریکہ کی سرحدوں کے درمیان کم سے کم کتنا فاصلہ ہے؟
(۱۰) دنیا کا سب سے بڑا ڈرامہ نویس کسے کہا جاتا ہے؟

نوٹ:۔ فوری جواب کے لئے جوابی کارڈ بھجوائیں!

منور احمد طاہر۔ کوٹ احمدیہ ڈاکخانہ خاص
براستہ ٹنڈو غلام علی ضلع بدین (سندھ)

مستقبل کے ادیب

رانا سلیم احمد مبشر لاہور، وسیم خالد جنجوعہ ربوہ، مظفر احمد مظفر کوٹ احمدیہ
بشریٰ بٹ شادیوال، محمد لوٹا ناصر گجر، تنویر احمد کھوکھر توگڑی،
حبیب اللہ صابر حیدرآباد، رفیق احمد ناصر ۹ پنیار سرگودھا، افضل طاہر کمنری پاک، ناصر احمد کیمبلپور،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بارگاہِ ایزدی میں

جناب عبدالسلام اسلام صاحب کلہوڑی

الٰہی یہی ہے مری آرزو
مرے دل کا بن جائے محبوب تو

اگر ابرِ نومیدی چھائے کبھی
سنے گوشِ دل حرفِ لاتقنطوا

ستارے مرے شب کے ہمراز ہوں
خموشی ہو اُن کی مجھے گفتگو

نمازیں ادا دل میں ہوں ہر گھڑی
کروں اشکِ پیہم سے ہر دم وضو

مرا عشق ہو بیکراں بیکراں
سمٹ کر رہوں چار سُو چار سُو

مجازی محبت کا سودا نہ ہو
مجھے عشقِ کامل کی ہو جستجو

مرا عشق مستی سے لبریز ہو
کہ شرمائیں جس سے یہ جام و سبو

تڑپتا رہوں سوزِ فرقت سے میں
گہر سے ہو بڑھ کر مری آبرو

تڑپ میرے دل میں وہ مستور ہو
جو پروانے کے دل میں ہے آرزو

سبھی اہلِ گلشن ہوں پیارے مجھے
نظر آئے سب میں ترا رنگ و بو

○

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دو روشن ستارے

محمود احمد ناصر۔ ربوہ

★ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حبشی غلام تھے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء میں ہی ایمان لے آئے تھے۔ جب آپؓ مسلمان ہوئے تو آپؓ کو طرح طرح سے تکالیف دی جانے لگیں۔ آپؓ کا آقا اُمیّہ آپ پر پتھر اور کھال ڈال کر گرم ریت پر گھسیٹتا تا آپ اپنے دین سے پھر جائیں۔ مگر آپ "اَحَدٌ اَحَدٌ" پکارتے۔ حضرت بلالؓ کی حالتِ زار کی خبر روز حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتی۔ آخر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم بلالؓ کو خرید لیتے۔ جب یہ بات حضرت ابوبکرؓ نے سنی تو آپ نے حضرت بلالؓ خرید کر آزاد کر دیئے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز بہت بلند اور دل کش تھی۔ ہجرت کے بعد جب اذان کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلے یہ خدمت حضرت بلالؓ کے سپرد کی گئی۔ اس طرح اسلام کا سب سے پہلا مؤذن ہونے کا شرف آپؓ کو حاصل ہوا۔

★ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مبارک صحابہؓ میں شامل تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دے دی تھی۔ حضرت طلحہؓ بڑے بہادر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے جنگِ اُحد میں جب کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر برسا رہے تھے تو انہوں نے حضورؐ کو بچانے کے لئے کئی تیر اپنے ہاتھ پر لئے اسی کوشش میں آپ کا ایک ہاتھ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا۔ چنانچہ جب بعد میں صحابہؓ آپؓ سے پوچھا کرتے تھے کہ اے طلحہؓ! جب تم دشمن کے تیر اپنے ہاتھ سے روکتے تھے تو درد نہیں ہوتا تھا؟ حضرت طلحہؓ جواب دیتے میرے دوستو درد ہوتا تو تھا اور شدید ہوتا تھا مگر میں ایک لمحہ کے لئے بھی اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ مبارک کے سامنے سے ہٹانا برداشت نہیں کرتا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے ہاتھ ذرا بھی ہٹایا تو تیر سیدھا حضورؐ کو جا لگے گا۔ اور یہ بات میں کیونکر گوارا کر سکتا تھا۔

اللہ اللہ!! حضورؐ کی فدائیت میں صحابہ کرامؓ نے بہادری اور جرأت کا کیسا اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ تیروں سے اپنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جے دیوی

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان

میری پیدائش سے قبل میرے والدین کے چار بچے فوت ہو چکے تھے ان میں سے تین کی پیدائش اور وفات تو اس زمانہ میں ہوئی جب میرے والد صاحب ابھی طالبعلم ہی تھے اور آخری کی ان کے بطور مختار پریکٹس کے زمانے میں۔ ان میں سے ہر ایک بچہ کی وفات میری والدہ صاحبہ کے لئے ایک امتحان بن گئی۔ جس میں اُن کے ایمان کی پوری پوری آزمائش کی گئی لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے ہر موقعہ پر ثابت قدم رہیں اور کسی وقت بھی ان کے قدم جادۂ صدق سے اِدھر اُدھر نہیں ٹھٹکے۔ تفصیل تو ان واقعات کی بہت لمبی ہے۔ اختصار کے ساتھ دو تین واقعات بیان کر دیتا ہوں۔ جن سے اس امتحان کی نوعیت اور والدہ صاحبہ کے صدق اور ایمان کی وضاحت ہو جائے گی۔

ہمارے سب سے بڑے بھائی کا نام بھی ظفر ہی تھا والدہ صاحبہ ان بچوں میں سے ظفر اور رفیق کا نہایت محبت کے ساتھ ذکر فرمایا کرتی تھیں اور ان کی خوش شکلی کی بہت تعریف کیا کرتی تھیں۔ ظفر ابھی چند ماہ کا ہی تھا کہ والدہ صاحبہ کو دانتا زید کا جانے کا اتفاق ہوا۔ ان کے گاؤں میں ایک بیوہ عورت "جے دیوی" تھی۔ بہت لوگوں سے چڑیل یا ڈائن مشہور کر رکھا تھا۔ وہ بھی اس شہرت یا بدنامی سے فائدہ اٹھا لیا کرتی تھی۔ اس موقعہ پر وہ والدہ صاحبہ سے ملنے کے لئے آئی اور اُن سے کچھ پارچات اور کچھ روپیہ اس رنگ میں طلب کیا جس سے یہ ترشح ہوتا تھا کہ گویا یہ چیزیں ظفر پر سے بلا ٹالنے کے لئے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے جواب دیا۔ تم ایک مسکین بیوہ عورت ہو۔ اگر تم صدقہ یا خیرات کے طور پر کچھ طلب کرو تو میں خوشی سے اپنی توفیق کے مطابق دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میں چڑیلوں اور ڈائنوں کو ماننے والی نہیں۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کو موت و حیات کا مالک مانتی ہوں اور کسی اور کا ان معاملات میں کوئی اختیار تسلیم نہیں کرتی۔ ایسی باتوں کو میں شرک سمجھتی ہوں اور ان سے نفرت کرتی ہوں۔ اس لئے اس بنا پر میں تمہیں کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جے دیوی نے جواب میں کہا۔ کہ اچھا تم سوچ لو اگر بچے کی زندگی چاہتی ہو تو میرا سوال تمہیں پورا کرنا ہی پڑے گا۔ چند دن بعد والدہ صاحبہ ظفر کو غسل دے رہی تھیں کہ جے دیوی پھر آ گئی اور بچے کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا۔ "اچھا یہی ساہی راجہ ہے؟" والدہ صاحبہ نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جواب دیا۔ ہاں یہی ہے۔" بچے دیوی نے پھر وہی اشیاء طلب کیں۔ والدہ صاحبہ نے پھر وہی جواب دیا جو پہلے موقعہ پر دیا تھا۔ اس پر بچے دیوی نے کچھ برہم ہو کر کہا "اچھا اگر بچے کو زندہ لے کر گھر لوٹیں تو سمجھنا کہ میں جھوٹ کہتی تھی۔" والدہ صاحبہ نے جواب دیا۔ "جیسے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی وہی ہوگا۔"

والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ ابھی بچے دیوی مکان کی ڈیوڑھی تک بھی نہ پہنچی ہوگی کہ غسل کے درمیان ہماظفر کو خون کی قے اور خون ہی کی اجابت ہو گئی۔ ظہر کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ والدہ صاحبہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی:۔

"یا اللہ تو نے ہی دیا تھا اور تو نے ہی لے لیا۔ میں تیری رضا پر شاکر ہوں۔ اب تو ہی مجھے صبر عطا کیجیو!"

اس کے بعد خالی گود ڈسکہ واپس آ گئیں۔

پھر کچھ عرصہ بعد رفیق پیدا ہوا۔ ظفر سے بھی زیادہ پیارا اور خوش شکل۔ میرے دادا صاحب نے والدہ صاحبہ سے فرمایا۔ جب تک یہ بچہ چلنے پھرنے نہ لگے اور آپ سے الگ رہنے کے قابل نہ ہو جائے آپ کو داتا زید کا جانے نہ دیں گے۔ رفیق قریباً دو سال کا ہو گیا اور والدہ صاحبہ اس عرصہ میں ڈسکہ میں ہی مقیم رہیں پھر ان کے خاندان میں کوئی میت ہو گئی اور مجبوراً انہیں داتا زید کا جانا پڑا۔ میرے دادا صاحب نے صرف ایک ہفتہ یا دس دن وہاں ٹھہرنے کی اجازت دی۔ پھر پہلے تو فرمایا کہ رفیق کو ڈسکہ ہی چھوڑ جائیں لیکن یہ والدہ صاحبہ کو منظور نہ ہوا۔

داتا زید کا پہنچنے کے ایک آدھ دن بعد پھر بچے دیوی آئی اور اس نے اپنا پرانا مطالبہ پیش کیا اور والدہ صاحبہ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس موقعہ پر میرے نانا صاحب نے بھی اصرار کیا کہ آخر اتنی کونسی بڑی بات ہے۔ چند روپوں کا معاملہ ہے۔ جو کچھ یہ مانگتی ہے اسے دے دو اور اگر نہیں کوئی عذر ہے تو ہم دے دیتے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے جواب دیا:۔

"یہ چند روپوں کا معاملہ نہیں۔ میرے ایمان کا امتحان ہے۔ کیا میں یہ تسلیم کر لوں کہ میرے بچے کی زندگی اس عورت کے اختیار میں ہے؟ یہ تو کھلا شرک ہے۔ اگر میرے بچے کو اللہ تعالیٰ زندگی دے گا تو یہ زندہ رہے گا اور اگر وہ اسے زندگی عطا نہیں کرے گا۔ تو کوئی اور ہستی اسے زندہ نہیں رکھ سکتی۔ میں تو اپنے ایمان کو شک میں نہیں ڈالوں گی۔ بچہ زندہ رہے یا نہ رہے۔"

دو چار روز بعد والدہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے گاؤں کی ایک عورت شکایت کر رہی ہے کہ اس کے بچے کا کلیجہ بچے دیوی نے نکال لیا ہے اور کسی نے اس سے باز پرس نہیں کی۔ اگر کسی صاحب اقتدار کے ساتھ ایسا سلوک ہوتا تو بچے دیوی کو ذلیل کر کے گاؤں سے نکال دیتے۔ والدہ صاحبہ نے خواب میں ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جواب دیا کہ موت و حیات تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ جے دیوی کا اس میں کچھ واسطہ نہیں۔ میرے بچے کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ ہوا تھا لیکن ہم نے تو جے دیوی کو کچھ نہیں کہا۔ والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ خواب میں میں نے دیکھا گویا ایک طرف سے کوئی کھڑکی کھولی گئی ہے اور اس میں سے جے دیوی کا چہرہ نظر آیا۔ مجھے مخاطب کر کے جے دیوی نے کہا۔

"اچھا اب کی بار بھی اگر بچے کو زندہ واپس لے گئیں تو مجھے کھتری کی بیٹی نہ کہنا۔ چوہڑے کی بیٹی کہنا۔"

والدہ صاحبہ کی دہشت سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ چراغ گل ہو چکا ہے۔ والدہ صاحبہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے سونے کے کمرے میں ضرور روشنی رکھا کرتی تھیں۔ فرمایا کرتی تھیں کہ جب بھی خواب میں جے دیوی نظر آتی تو آنکھ کھلنے پر ہمیشہ کمرے میں اندھیرا ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ والدہ صاحبہ نے میری نانی صاحبہ کو آواز دی جو اسی کمرے میں سویا کرتی تھیں۔ انہوں نے چراغ روشن کیا۔ روشنی ہونے پر والدہ صاحبہ نے دیکھا کہ رفیق نے خون کی قے کی ہے اور ساتھ ہی اسے خون کی اجابت بھی ہوئی ہے اور وہ نیم مُردہ سا ہو گیا ہے۔ چنانچہ یہ بہت گھبرائیں۔ اس خیال سے کہ اس کے دادا تو اسے آنے ہی نہیں دیتے تھے۔ اب اگر ظفر کی طرح یہ بھی یہیں فوت ہو گیا تو ڈسکہ میں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اصرار کیا کہ اسی وقت سواری کا انتظام کیا جائے تا وہ فوراً بچہ کو لے کر ڈسکہ جائیں۔ سحری کا وقت تھا۔ فوراً دو سواریوں کا انتظام کیا گیا اور والدہ صاحبہ اور نانی صاحبہ دو خادموں کے ساتھ رفیق کو اسی حالت میں لے کر داتا زید کا سے روانہ ہو گئیں۔

جب کچھ روشنی ہونے لگی تو والدہ صاحبہ نے دیکھا کہ رفیق بالکل مردہ سا ہو رہا ہے اور بظاہر زندگی کے آثار باقی نہیں۔ فرمایا کرتی تھیں۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس کی موت کا وقت آ چکا ہے لیکن ساتھ ہی مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ قضا کو بھی ٹال دینے پر قادر ہے چنانچہ میں نے گھوڑے کی باگ اس کی گردن پر ڈال دی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی:۔

"یا اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے بچے کی جان کی فکر نہیں اگر تیری رضا اس کو بُلا لینے ہی میں ہے تو میں تیری رضا کو خوشی سے قبول کرتی ہوں۔ لیکن مجھے آبرو کی فکر ہے۔ اگر یہ بچہ آج فوت ہو گیا تو ڈسکہ میں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں اے ارحم الراحمین! تو ہی زندگی اور موت کا مالک ہے تو میری زاری کو سُن اور اس بچہ کو اور دس دن کی مہلت عطا فرما تا اس کے دادا اسے ہنستا کھیلتا دیکھ لیں۔ دس دن کے بعد پھر تو اسے بلا لیجو۔ میں اس کی وفات پر اُف بھی نہ کروں گی۔"

فرمایا کرتی تھیں مجھے معلوم نہیں کتنا عرصہ میں نے دعا کی لیکن میں ابھی دعا کر ہی رہی تھی کہ رفیق نے میرے دوپٹے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو کھینچا اور تندرست آواز میں مجھے پکارا۔ "بے بے!" اور میں نے دیکھا کہ وہ بالکل تندرست حالت میں ہے تب مجھے یقین ہو گیا کہ میرے مولا نے میری دعا سن لی اور میرا دل اس کے شکر سے معمور ہو گیا۔

ڈسکہ پہنچے تو دادا صاحب بہت خوش ہوئے کہ بیٹا وعدہ سے پہلے ہی واپس آگئیں۔ پوتے کو گود میں لیا اور پیار کیا اور ہنسی ہنسی اس سے باتیں کرتے رہے اور اسی طرح دن گزرتے رہے۔

والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں دادا پوتے کو خوش خوش دیکھ کر مسکرایا کرتی تھی کہ رفیق تو نہیں یہ تو اللہ کی قدرت ہنس رہی اور مسکرا رہی ہے رفیق تو اللہ تعالیٰ کی نذر ہو چکا ہے چنانچہ پورے دس دن گزرنے پر رفیق پر کھیلتے کھیلتے وہی حالت وارد ہو گئی۔ جو دادا زید کا میں ہوئی تھی۔ اسی طرح اسے خون آیا اور چند گھنٹوں میں وہ اپنے مولا کے پاس چلا گیا میری والدہ کی گود پھر خالی ہو گئی۔ لیکن پھر انھوں نے خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کی رضا کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایک عاجز انسان کی زاری پر اس کے حال پر رحم فرمایا اور اس کی آبرو کی حفاظت کی۔

میری پیدائش

میری پیدائش ۶ فروری ۱۸۹۳ء کو سیالکوٹ میں ہوئی اس سے پہلی رات والدہ صاحبہ نے پھر خواب میں دیکھا۔ اس دفعہ انہیں بتایا کہ فلاں وقت لڑکا پیدا ہو گا لیکن ساتھ ہی کہا بعض احتیاطیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیدا ہوتے ہی لڑکے کی ناک چھید دینا اور اونٹ کا بال چھید میں ڈال دینا۔ دوسرے آٹے۔ گھی اور ہلدی کا ایک چراغ بنا کر کل رات اپنے مکان کی سب سے اوپر کی چھت کے اسی کونے پر جہاں چیل بیٹھا کرتی ہے رکھا دینا۔ یہ خواب والدہ صاحبہ نے والد صاحب کو سنا دیا۔ میں اسی وقت جو خواب میں بتلایا گیا تھا۔ میری پیدائش ہوئی۔ والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں ہوش میں آنے پر میں نے دیکھا کہ تمہاری پھوپھی مبارک بی بی نے ایک چھوٹی سی پیالی میں ایک سوئی تیار کر کے رکھی ہوئی ہے جس میں دھاگے کی بجائے ایک بال ڈالا ہوا ہے میں نے دریافت کیا۔ "یہ کیا ہے؟" اس نے جواب دیا یہ آپ کے خواب کے مطابق اونٹ کا بال منگوایا ہے تاکہ بچے کی ناک اس سے چھید دی جائے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا "میں تو ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گی۔" پھوپھی صاحبہ نے کہا۔ بھائی جان (میرے والد صاحب) فرماتے تھے کوئی حرج نہیں۔ جیسے خواب میں کہا گیا ہے ویسے کر دیا جائے۔ ایک چراغ آٹے۔ گھی اور ہلدی کا بنا لیا گیا ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا یہ سب مشرکانہ باتیں ہیں میں ہرگز ایسا کرنے کی اجازت نہ دوں گی۔ میرے بچے کو اللہ تعالیٰ زندگی دے گا تو بچ رہے گا۔ میں اپنا ایمان ہرگز ضائع نہیں کروں گی۔

چنانچہ اونٹ کا بال اور چراغ دونوں پھینک دیئے گئے اور میری والدہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا ایمان پھر محفوظ رکھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جے دیوی نے کافی لمبی عمر پائی۔ لیکن بے چاری کی زندگی مصیبت ہی میں گزری۔ لوگوں نے چڑیل مشہور کر رکھا تھا اس لئے اکثر لوگ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جب وہ نحیف ہو گئی تو کھانے پینے کو بھی محتاج ہو گئی اور کوئی شخص حتی الوسع اس کے نزدیک نہیں جاتا تھا۔ حتی کہ اس کی آخری بیماری میں اُسے پانی پلانے والا بھی کوئی نہیں ملتا تھا۔ کچھ دن وہ بہت تکلیف اور کرب کی حالت میں پڑی رہی۔ آخر تنگ آکر اس نے اپنی چارپائی کو آگ لگا دی اور اسی آگ میں جل کر مر گئی۔

والدہ صاحبہ کی طرح بفضل اللہ میرا بھی پختہ ایمان ہے کہ بچوں کی وفات میں جے دیوی یا کسی اور انسان کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ہستی محی اور ممیت ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور زندہ رکھتا ہے اور وہی موت وارد کرتا ہے۔ جو واقعات اوپر درج ہیں۔ ان کی حقیقت میری دانست میں صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت میں جس کی تفاصیل اور انتہا کو صرف وہی جانتا ہے۔ اس بیماری کو بچوں کی وفات کا موجب ہونا۔ والدہ صاحبہ کے ذہن میں جے دیوی کی شکل میں متمثل کر دیا تھا۔

واللہ اعلم بالصواب ل

○

"تشحیذ الاذہان" بچوں کے مطالعہ کے لئے بہترین رسالہ ہے۔ یہ رسالہ ہر احمدی گھرانے میں ضرور پہنچنا چاہئے۔ (ایڈیٹر)

"اُمّ بھوت اے"

فوٹو: افتخار۔ ممتاز آباد ملتان

"....."

پیارے بچو! یہ ان دنوں کا واقعہ ہے۔ جب ہم ایم بی گرلز سکول ممتاز آباد میں دوسری کلاس میں نئی نئی داخل ہوئی تھیں۔ بدقسمتی سے ہمیں پہاڑے نہیں آتے تھے۔ جب پہلے دن کلاس میں گئیں تو سب سے آگے بیٹھنے کے لئے جگہ مل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک موٹی سی انسانی صاحبہ آئیں جن کا نام مس لطیفہ تھا۔ انھوں نے آتے ہی اپنا بیگ میز پر رکھا اور گرجدار آواز میں بولیں:۔ "ہوں۔ آج تم سب کو پہاڑے یاد ہیں؟" ڈرتے ڈرتے سب لڑکیوں نے کہدیا "مس یاد ہیں" انھوں نے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا۔ "جی آپ سنانا شروع کریں!" ہم کھڑے ہو گئے۔ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ سب لڑکیاں کہنے لگیں۔ "باجی جی! باجی جی! یہ آج ہی آئی ہیں!" باجی جی نے اس دن ہمیں معاف کر دیا اور بڑے پیار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے کہنے لگیں۔ کل دو کا پہاڑا یاد کر کے آنا۔ ہم نے بھی پیار سے کہا۔ "اچھا جی!"

اس دن ہم نے گھر جاتے ہی تہیہ رکھا اسی میں سے پہاڑہ نکال کر یاد کرنا شروع کیا۔ خدا خدا کر کے شام تک یاد ہوا۔ پھر ہم نے دو تین مرتبہ سوتے وقت بھی بلند آواز میں پڑھ لیا۔ اگلے دن فر فر سنا دیا۔ اس سے اگلے روز چار کا پہاڑہ سنانا تھا۔ ہمیں یہ کام بہت مشکل لگتا تھا۔ ہم نے سوچا۔ چھٹی کر لیں گے۔ لیکن ہمیں زبردستی سکول بھیجا گیا کہ اگر سکول نہ گئی تو نام کٹ جائے گا۔ کیونکہ نئی نئی داخل ہوئی ہو۔ ہم روتے دھوتے سکول چلے گئے۔

بچو! ہم مار سے بہت ڈرتے تھے جب پہاڑہ سنانے کا وقت آیا۔ تو ہم چپکے سے کمرے کے باہر برآمدے میں پڑی ہوئی ایک الماری میں چھپ گئے۔ اور اندر سے ہاتھ باہر لٹکا کر دروازہ بند کر لیا بدقسمتی سے وہ الماری مس لطیفہ کی تھی۔ ہمیں معلوم نہ تھا۔ جب پیریڈ ختم ہوا تو ہم الماری کے سوراخ میں سے دیکھنے لگے کہ مس کب کمرے سے باہر نکلتی ہیں۔ مس صاحبہ جب کمرے سے باہر نکلیں تو سیدھی الماری کی طرف آئیں اور یہ کہتے ہوئے۔ کہ "ادھر الماری کو تو میں نے تالا ہی نہیں لگایا۔" خوب زور سے تالا لگا دیا۔ ہم الماری میں ٹھٹھر رہ گئے اور ہاتھ ملنے لگے۔ کاش ہمیں بھی کہیں سے الہ دین کا چراغ مل جاتا اور ہم الماری سے باہر نکل آتے۔ اور پھر ہم چوہوں کی طرح الماری میں اچھلنے لگے۔ کچھ دیر بعد تالا کھولنے کی آواز آئی۔ پھر ہم نے بھی زور سے دھکا دیا تو مس صاحبہ اچھل کر کمرے میں جا گھسیں۔ ہم بھی الماری سے باہر آئے اور اپنے کلاس روم میں جا گھسے۔ ساتھ والے کمرے میں سے شور ہو رہا تھا۔ یہ مس صاحبہ کی آواز تھی وہ کہہ رہی تھیں۔

"آپا جی۔ اتھاں تے بھوت اے۔

بھوت اے۔ جیویں میں تالا کھولیا۔

بھوت دھڑک کے باہر نکل آیا۔ ہائے اللہ! بھوت..... بھوت....."

آہستہ آہستہ یہ خبر ہیڈ مسٹریس کے پاس بھی پہنچ گئی۔ سب استانیوں نے اس کے بارے میں تشویش کرنی شروع کر دی۔ ہم بے حد خوش تھے کہ ہماری جان بچ گئی۔ اس کے بعد ہم نے توبہ کر لی اور باقاعدگی سے اپنا سبق اور پہاڑے یاد کرنے شروع کر دیئے

اس الماری کے بارے میں پورے سکول کے سٹاف اور لڑکیوں کو ابھی تک شک ہے کہ یہاں بھوت ہے۔ لیکن مجھے تو معلوم ہے کہ بھوت تو اس الماری میں ہمارے وجود میں تھا۔ اور ہم اللہ کے فضل سے احمدی مسلمان ہیں جو بھوتوں پر یقین نہیں رکھتے۔

○

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے خلقِ خدا محفوظ رہے۔"

(الحدیث)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

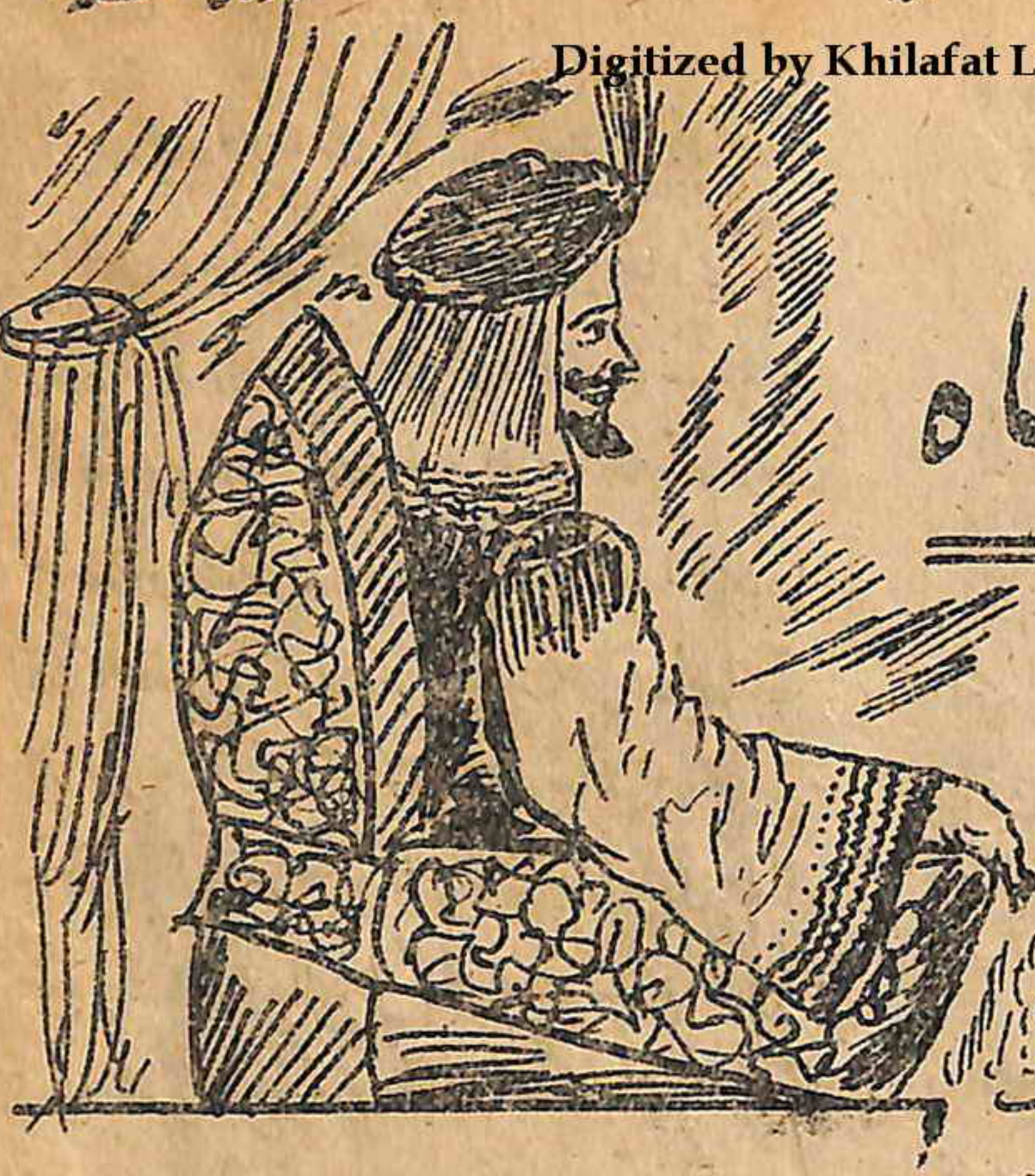

بے وقوف بادشاہ

منوّر احمد بھٹی۔ کُنری (سندھ)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں ایک پیر اور اس کا مرید رہتا تھا لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ لیکن اس گاؤں میں مہنگائی بہت تھی اس لئے دونوں بہت پریشان رہتے تھے۔ کسی نے پیر کو بتایا کہ گاؤں سے کوئی سو میل دور ایک شہر ہے وہاں پر چیزیں بہت سستی ہیں۔ چنانچہ پیر اور مرید دونوں اس شہر میں چلے گئے۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ہر چیز دو آنے سیر۔ یعنی۔ گھی۔ چینی۔ سبزی گوشت۔ غرضیکہ ہر چیز دو آنے سیر تھی۔ مرید اور پیر بڑے خوش ہوئے۔ چند دنوں کے بعد کسی نے پیر کو بتایا کہ یہاں کا بادشاہ بڑا بیوقوف ہے۔ پیر صاحب سمجھ دار تھے انھوں نے واپس چلنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر مرید یہ آرام کسی قیمت پر بھی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ مرید وہاں خوب عیش و عشرت سے زندگی گزارنے لگا اور دنوں میں موٹا تازہ ہو گیا۔

اسی شہر میں کسی کے گھر چوری ہو گئی۔ چوروں کا ایک آدمی دیوار کے گر جانے سے نیچے دب کر مر گیا اب مزے کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے چوری کی وہی لوگ صبح بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور فریاد کی کہ ہم فلاں مکان میں رات کو چوری کرنے گئے تو مکان کی دیوار گر گئی اور ہمارا ایک آدمی مر گیا ہے۔ اب مکان والے کو پھانسی دی جائے کیونکہ اس کی یہ دیوار کچی تھی۔ نہ وہ کچی دیوار بناتا نہ ہمارا آدمی مرتا۔

بادشاہ نے حکم دے دیا۔ کہ "مالک مکان کو پکڑ کر پھانسی دے دی جائے"۔

مالک مکان پیش کیا گیا۔ تو بادشاہ نے کہا کہ تم نے کچی دیوار کیوں بنائی۔ نہ تم کچی دیوار بناتے نہ ان کا آدمی مرتا۔ اس لئے تم پھانسی کی سزا کے حقدار ہو"

مالک مکان نے عرض کی۔ کہ "حضور والا۔ بے شک آپ نے سچ فرمایا لیکن اس میں میرا کیا قصور؟ قصور تو معمار کا ہے۔ میں نے معمار کو پیسے دیئے مگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس نے کچی دیوار بنادی"۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ معمار کو پھانسی دی جائے۔ معمار پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا تم نے کیوں کچی دیوار بنائی؟ تم کچی دیوار نہ بناتے تو ان کا آدمی نہ مرتا۔ پھانسی کے حقدار تم ہو۔ معمار نے عرض کی حضور عالی بے شک آپ نے سچ فرمایا لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ مزدور کا قصور ہے جس نے مجھے اچھا گارا نہیں دیا اگر وہ مجھے اچھا گارا دیتا تو میں اچھی دیوار بناتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مزدور کو پھانسی دی جائے۔ مزدور نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔ بادشاہ سلامت آپ نے سچ فرمایا کہ میں نے خراب گارا دیا۔ نہ دیوار کچی بنتی نہ اس کے گرنے سے چوروں کا آدمی مرتا۔ لیکن اس میں میرا کیا قصور؟ جب میں گارا دے رہا تھا تو اس وقت ایک مست ہاتھی بھاگ رہا تھا میں نے ڈر کی وجہ سے جلدی جلدی گارا دیا۔ قصور ہاتھی والے کا ہے اس نے ہاتھی کیوں کھلا چھوڑا؟

اب بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاتھی والے کو پھانسی دی جائے۔ چنانچہ ہاتھی والا پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا۔ تم نے ہاتھی کیوں کھلا چھوڑا۔ نہ تم ہاتھی چھوڑتے نہ مزدور خراب گارا دیتا۔ نہ دیوار کچی بنتی نہ ان کا آدمی مرتا۔ اس لئے پھانسی کے حقدار تم ہو۔ ہاتھی والے نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ جہاں پناہ! بیشک آپ نے صحیح فرمایا لیکن جب میرے پاس ہاتھی تھا تو ایک عورت قریب سے گزری جس کے پاؤں میں گھنگرو تھے۔ اُن کی چھن چھن کی آواز سن کر ہاتھی مست ہو کر بھاگ نکلا۔ قصور اس عورت کا ہے۔ نہ وہ ایسے گھنگرو پہنتی نہ ہاتھی بھاگتا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ عورت کو پھانسی دی جائے عورت پکڑ کر دربار میں لائی گئی تو بادشاہ نے کہا تم نے ایسے گھنگرو کیوں بنوائے۔ جن کی آواز سن کر ہاتھی بھاگا پھانسی کی حقدار تم ہو۔ عورت نے جواب دیا۔ حضور والا میرا اس میں کوئی قصور نہیں۔ قصور سنار کا ہے کیں نے اسے پیسے دیئے اور اس نے مجھے ایسے گھنگرو بنا دئے جو چھن چھن کرتے ہیں۔

چنانچہ بادشاہ نے سنار کو بلوایا اور کہا تم نے ایسے گھنگرو کیوں بنائے؟ نہ تم ایسے گھنگرو بناتے نہ عورت انہیں پہنتی نہ یہ چھن چھن کرتے۔ نہ ہاتھی بھاگتا نہ مزدور کچا گارا دیتا۔ نہ معمار کچی دیوار بناتا۔ نہ دیوار گرتی نہ چوروں کا آدمی نیچے آکر مرتا۔ اس لئے پھانسی کے تم ہی حقدار ہو چونکہ یہ سب تمہارا ہی قصور ہے سنار نے بہتیری معافی مانگی اور عرض کی کہ غلطی ہو گئی اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن بڑی مشکل سے شکار ہاتھ لگا تھا۔ بادشاہ ٹس سے مس نہ ہوا اور پھانسی کا حکم دے دیا گیا۔ جب سنار کو پھانسی دی جانے لگی۔ تو پھانسی کا پھندا سنار کی گردن میں ڈالا گیا۔ لیکن سنار کی گردن بہت پتلی تھی اس لئے گرہ گلے میں پوری نہیں آتی تھی۔ کبھی ڈھیلی رہ جاتی۔ کبھی پھل جاتی اور کبھی پھسل جاتی تھی۔ آخر بادشاہ نے کہا کہ اس بدبخت کو چھوڑ دو اور شہر میں جس کی گردن موٹی ہو اسے پکڑ کر پھانسی دے دو پورے شہر میں موٹی گردن والا آدمی تلاش کیا گیا۔ لیکن کوئی نہ ملا۔ آخر ایک دن ایک آدمی مل ہی گیا (باقی صفحہ ۱۸ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دلچسپ اور ایمان افروز واقعات

دبیر الحق۔ ربوہ

(۱) ایک مُردہ کا زندہ ہونا

ایک صاحب نے حضرت (میرزا غلام احمد قادیانی)ؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میں شریر آدمی تھا اور مجھ کو جھوٹے دعوے کرنے اور لوگوں کے حقوق چھین لینے اور ضبط کرنے کی خوب مشق تھی۔ اور دوسرے بھی جس قدر معاصی مثل شراب وغیرہ تھے ان تمام میں میں مبتلا تھا۔ چند دن ہوئے کہ میں نے ایک ہندو سے اسی طرح ظلم کیا اور اس کے حقوق ضبط کئے رات کو جب میں سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہی ہندو میرے ساتھ کلام کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یا تو خدا تعالیٰ تجھے ہدایت کرے یا تجھے اس دنیا سے اٹھا لیوے تاکہ ہم لوگ تیرے مظالم سے نجات پاویں۔ اس کے بعد وہ نظر سے غائب ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک شعلہ نور کا گرا اور جس مکان میں میں تھا اس دروازے کی طرف آیا میں اٹھ کر اسے دیکھنے لگا تو دیکھا کہ حضورؑ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی شکل کا ایک آدمی ہے میں نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا تو میرا نام نہیں جانتا؟ اس کے بعد کہا کہ اب بس کر بہت ہوئی۔ پھر میں نے نام پوچھا تو بتلایا کہ

"میرزا غلام احمد قادیانی"

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنے افعال و کردار پر نادم ہوں اور اب اسی خواب کے ذریعے آپ کے پاس آیا ہوں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ تم کو خدا نے خبر دار کیا ہے کہ اپنی حالت بدل دو اور سمجھو کہ ایک دن موت آنی ہے۔ خدا تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ گناہ گار کو بلا سزا دیئے نہیں چھوڑتا توبہ کرنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بہت ہی رحم کرنے والا ہے مگر سزا بھی بہت دینے والا ہے۔ تمہاری فطرت میں کوئی نیکی ہو گی ورنہ عام طور پر اللہ تعالیٰ کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ اس طرح سے خبر دیوے اس لئے اپنی زندگی کو بدلو اور عادتوں کو ٹھیک کرو۔ پھر اس تائب نے عرض کی کہ میرا ایک مقدمہ چودہ صد روپیہ کا دائر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دفتر ہو گیا ہے۔ مگر اس میں میرا حق بہت تھوڑا ہے۔ اب اسے برآمد کراؤں یا نہ؟

فرمایا۔ مدعا علیہ سے مل کر صلح کر لو!

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۹)

(۲) حقوقِ دوستی

دو دوستوں میں باہمی دوستی کمال درجہ کی تھی اور ایک دوسرے کا محسن تھا۔ اتفاقاً ایک شخص سفر پہ گیا دوسرا اس کے بعد اس کے گھر میں آیا اور اس کی کنیز سے دریافت کیا کہ میرا دوست کہاں ہے؟ اس نے کہا سفر کو گیا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس کے روپیہ والے صندوق کی چابی تیرے پاس ہے؟ کنیز نے کہا میرے پاس ہے۔ اس نے کنیز سے وہ صندوق منگوا کر چابی لی اور خود کھول کر کچھ روپیہ اس میں سے لے گیا۔ جب صاحبِ خانہ سفر سے واپس آیا تو کنیز نے کہا آپ کا دوست گھر میں آیا تھا۔ یہ سن کر صاحبِ خانہ کا رنگ زرد ہو گیا اور اس نے پوچھا کہ کیا کہتا تھا؟ کنیز نے کہا کہ اس نے مجھ سے صندوق اور چابی منگوا کر خود آپ کے بیڑہ والا صندوق کھولا اور اس میں سے روپیہ نکال کر لے گیا۔ پھر تو وہ صاحبِ خانہ اس کنیز پر اس قدر خوش ہوا کہ بہت ہی پھولا اور اس صلہ میں کہ اس نے دوست کا کہا مان لیا اس کو ناراض نہیں کیا اس کنیز کو اس نے آزاد کر دیا اور کہا کہ اس نیک کام کے اجر میں جو کہ تجھ سے ہوا ہے میں آج ہی تجھے آزاد کرتا ہوں۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۶۸)

(۳) اخلاقِ نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ ایک صوفی لکھتا ہے کہ آپؐ کے پاس ایک نصرانی ملاقات کو آیا۔ آپؐ نے اس کو اپنا مہمان کیا۔ رات کو کھانا اور بستر دیا مگر وہ کمبخت بہت کھا گیا۔ رات کو بدہضمی ہوئی تو لحاف میں اس کا دست نکل گیا۔ اس لئے شرمندہ ہو کر صبح کو چوری چل دیا۔ جب وہ دور نکل گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ مہمان چلا گیا ہے۔ بستر دیکھا تو پاخانہ سے بھرا ہوا۔ آپؐ نے اسے اپنے ہاتھ سے دھونا شروع کیا۔ صحابہؓ نے ہر چند اصرار کیا کہ ہم دھوئیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ وہ میرا مہمان تھا۔ مجھے دھونے دو۔ اُدھر راستے میں نصرانی کو یاد آیا کہ وہ اپنے سونے کی صلیب بستر پر بھول آیا ہے۔ اسے لینے کے واسطے وہ واپس آیا دیکھا تو آپؐ وہی نجاست بھرا لحاف اپنے ہاتھ سے دھو رہے ہیں۔ اس نظارہ کو دیکھ کر صلیبی ایمان پر اس نے لعنت کی اور مسلمان ہو گیا۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۹۵)

(۴) حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

ایک دفعہ سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شیطان اپنے زریں تخت پر دکھائی دیا۔ اور کہا کہ میں تیرا خدا ہوں۔ میں نے تیری عبادت قبول کی اب تجھے عبادت کی ضرورت نہیں رہی۔ جو چیزیں اب اوروں کے لئے حرام ہیں وہ سب تیرے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ سید عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ دُور ہو اے شیطان! جو چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حلال نہ ہوئیں مجھ پر کیسے حلال ہو گئیں؟ پھر شیطان نے کہا کہ اے عبد القادر! تو میرے ہاتھ سے علم کے زور سے بچ گیا ورنہ اس مقام پر کم لوگ بچتے ہیں۔

(ملفوظات۔ جلد دہم۔ صفحہ ۱۲)

(۵) سکھوں کا زمانہ

سکھوں کے زمانہ کو دیکھو کہ کوئی آذان بھی دیتا تھا تو قتل کر دیتے تھے۔ مگر اس سلطنت میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر طرح کی آزادی ہے اور اس کا ہونا ہمارے لئے بڑی بڑی برکتوں کا موجب ہے خود ہمارے گاؤں قادیان میں جہاں ہماری مسجد ہے۔ کاردار دل کی جگہ تھی۔ اُس وقت ہمارے بچپن کا زمانہ تھا لیکن میں نے معتبر آدمیوں سے سُنا ہے کہ جب انگریزوں کا دخل ہو گیا تو چند روز تک وہی سابقہ قانون رہا۔ انہی ایام میں ایک کاردار یہاں آیا ہُوا تھا اس کے پاس ایک مسلمان سپاہی تھا۔ وہ مسجد میں آیا اور مؤذن کو کہا کہ اذان دو۔ اس نے وہیں ڈرتے ڈرتے گنگنا کر اذان دی۔ سپاہی نے کہا۔ کیا تم اسی طرح بانگ دیا کرتے ہو؟ مؤذن نے کہا۔ ہاں اسی طرح دیتے ہیں۔ سپاہی نے کہا نہیں کوٹھے پر چڑھ کر اونچی آواز سے اذان دو اور جس قدر زور سے ممکن ہو سکتا ہے۔ بانگ دو۔ وہ ڈرا۔ آخر اُس نے سپاہی کے کہنے پر زور سے بانگ دی۔ اس پر ہندو اکٹھے ہو گئے اور مُلّا کو پکڑ لیا۔ وہ بے چارہ بہت ڈرا اور گھبرایا کہ کاردار مجھے پھانسی دے دے گا۔ سپاہی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ آخر وہ اس کو پکڑ کر کاردار کے پاس لے گئے اور کہا کہ مہاراج اس نے ہم کو بھرشٹ کر دیا ہے۔ کاردار تو جانتا تھا کہ اب سلطنت تبدیل ہو گئی ہے اور اب وہ سکھّا شاہی نہیں رہی۔ اس لئے ذرا دبی زبان سے پوچھا کہ تو نے اونچی آواز سے کیوں اذان دی؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں دی میں نے بانگ دی ہے تب کاردار نے ہندوؤں کو کہا۔ کمبختو کیوں شور ڈالتے ہو لاہور میں تو اب کھلے طور پر گائیاں ذبح ہوتی ہیں اور تم اذان کو روکتے ہو۔ جاؤ چپکے ہو کر بیٹھ رہو۔

(ملفوظات۔ جلد دہم صفحہ ۵۱-۵۲)

(۶) حضرت سیّد عبد اللطیف شہیدؓ

مولوی عبد اللطیف شہیدؓ اسی بیعت کی وجہ سے پتھروں سے مارے گئے۔ ایک گھنٹہ تک برابر ان پر پتھر برسائے گئے۔ حتیٰ کہ ان کا جسم پتھروں میں چھپ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گیا۔ مگر انھوں نے اُف تک نہ کی۔ ایک چیخ نہ ماری۔ بلکہ ان کو ظالمانہ کارروائی سے پیشتر تین بار خود امیر نے اس امر سے توبہ کرنے کے واسطے کہا اور وعدہ کیا کہ اگر تم توبہ کرلو تو معاف کردیا جاوے گا اور پیشتر سے زیادہ عزّت اور عہدہ عطا کیا جاوے گا۔ مگر وہ تھا کہ خدا کو مقدم کیا اور کسی دُکھ کی جو خدا کے واسطے ان پر آنے والا تھا پروا نہ کی اور ثابت قدم رہ کر ایک نہایت عمدہ زندہ رہنے والا نمونہ اپنے کامل ایمان کا چھوڑ گئے۔ وہ بڑے فاضل۔ عالم اور محدّث تھے۔ سُنا ہے کہ جب ان کو پکڑ کر لے جانے لگے تو اُن سے کہا گیا کہ اپنے بال بچوں سے مل لو۔ اُن کو دیکھ لو۔ مگر انھوں نے کہا کہ اب کچھ ضرورت نہیں۔

(ملفوظات۔ جلد دہم۔ صفحہ ۱۴۰)

(۷) حضرت ابوبکر صدّیق رضؓ

دیکھو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بڑھیا کو بلا ناغہ حلوا کھلایا کرتے تھے اور ان کے اس فعل کی کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک دن جب بڑھیا کو حلوا نہ پہنچا۔ اُس نے یقین کرلیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پاگئے۔ اب جائے غور ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے تعاہد سے اس بڑھیا کی خبر گیری اور کچھ نہ کچھ خدمت کیا کرتے تھے ایک دن حلوا نہ پہنچنے سے اس کو یقین ہوگیا کہ آپ رضؓ وفات پاگئے یعنی اس بڑھیا کے وہم میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ آپ رضؓ زندہ ہوں اور اس کو حلوا نہ پہنچے یہ ممکن ہی نہ تھا۔

(ملفوظات۔ جلد دہم صفحہ ۱۱۱)

(۸) ایک حکایت

ایسا ہی ایک پرند کی مہمان نوازی پر حکایت ہے کہ ایک درخت کے نیچے ایک مسافر کو رات آگئی جنگل کا ویرانہ اور سردی کا موسم۔ درخت کے اوپر کسی پرند کا آشیانہ تھا۔ نر مادہ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ یہ غریب الوطن آج ہمارا مہمان ہے اور سردی زدہ ہے اس کے واسطے ہم کیا کریں؟ سوچ کر ان میں یہ صلاح قرار پائی کہ ہم اپنا آشیانہ توڑ کر نیچے پھینک دیں اور وہ اس کو جلا کر آگ تاپے۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ یہ بھوکا ہے اس کے واسطے کیا دعوت تیار کی جائے؟ اور تو کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ان دونوں نے اپنے آپ کو نیچے اس آگ میں گرا دیا۔ تاکہ ان کے گوشت کا کباب ان کے مہمان کے واسطے رات کا کھانا ہو جائے اس طرح انھوں نے مہمان نوازی کی ایک نظیر قائم کی۔

(ملفوظات۔ جلد ہشتم صفحہ ۸۱-۸۲)

(۹) اِحسان کا بدلہ

مجھے ایک مثال کسی نے سنائی تھی اور وہ صحیح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سنئے۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کی دعوت کی اور بڑے تکلف سے اس کی تواضع کی۔ جب وہ کھانے سے فراغت پا چکا تو اس سے نہایت عجز و انکسار سے میزبان نے کہا۔ کہ میں آپ کے شان کے موافق حق ضیافت ادا نہیں کر سکا آپ مجھے معاف فرمائیں۔ مہمان نے سمجھا کہ گویا اس طرح پر احسان جتاتا ہے اس نے کہا کہ میں نے بھی آپ کے ساتھ بہت بڑی نیکی کی ہے اسے تم یاد نہیں رکھتے۔ اس نے کہا وہ کونسی نیکی ہے؟ تو کہا کہ جب تم مہمانداری میں مصروف تھے تو میں تمہارے گھر کو آگ لگا سکتا تھا مگر میں نے کس قدر احسان کیا ہے کہ آگ نہیں لگائی۔ یہ بدی کی مثال ہے گویا آگ لگا کر خطرناک نقصان نہیں کیا۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بدی نہ کرنے کا احسان جتاتے ہیں۔ ایسے لوگ حیوانات کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر وہی لوگ ہیں جو بدی سے پرہیز کر کے نماز نہیں کرتے بلکہ نیکی کر کے بھی کچھ نہیں سمجھتے۔

(ملفوظات جلد ہشتم۔ صفحہ ۳۷۸)

(۱۰) ہیروں کی خرید

خوب یاد رکھو اللہ تعالیٰ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا وہ دل کے نہاں در نہاں اسرار سے واقف ہے۔ انسان جو محدود العلم ہے اور جس کی نظر وسیع نہیں دھوکا کھا سکتا ہے۔ ہمارے دوست سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب جو بڑے مخلص اور نیک آدمی ہیں انہوں نے ایک مرتبہ ایک ہیرے کے متعلق دھوکا کھایا۔ سیٹھ صاحب قادیان ہی میں میرے پاس موجود تھے۔ ایک شخص کابل کی طرف کا رہنے والا چند ٹکڑے پتھر کے یہاں لایا اور ظاہر کیا کہ وہ ہیرے کے ٹکڑے ہیں۔ وہ پتھر بہت چمکدار اور آبدار تھے سیٹھ صاحب کو وہ پسند آ گئے اور وہ ان کی قیمت میں پانسو روپے دینے کے لئے تیار ہو گئے اور پچیس روپے یا کم و بیش ان کو دے بھی دیئے پھر اتفاقاً مجھ سے مشورہ کیا کہ میں نے یہ سودا کیا ہے آپ کی کیا رائے ہے۔ میں اگرچہ ان ہیروں کی شناخت اور اصلیت سے ناواقف تھا لیکن روحانی ہیرے جو دنیا میں کم یاب ہوتے ہیں یعنی پاک حالت کے اہل اللہ جن کے نام پر کئی جھوٹے پتھر یعنی معزز لوگ اپنی چمک دمک دکھا کر لوگوں کو تباہ کرتے ہیں اس جوہر شناسی میں مجھے دخل تھا اس لئے میں نے اس ہنر کو اس جگہ برتا اور سیٹھ صاحب کو کہا کہ جو کچھ آپ نے دیا ہے وہ تو واپس لینا مشکل ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ پانسو روپے دینے سے پہلے کسی اچھے اور قابل جوہری کو یہ پتھر دکھا لینے چاہئیں۔ اگر درحقیقت ہیرے ہوئے تو روپیہ دے دیا۔ چنانچہ وہ پتھر مدراس میں ایک جوہری کی شناخت کرنے کے لئے بھیجے گئے اور دریافت کیا گیا کہ ان کی کیا قیمت ہے؟ وہاں سے جواب آیا کہ یہ نرے پتھر ہیں ہیرے نہیں ہیں۔

اور اس طرح پر اس دھوکا سے سیٹھ صاحب بچ گئے۔

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۸۴-۳۸۵)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱۱) ایک اور حکایت

ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ اسے کچھ ضرورت تھی اس نے وعظ کیا اور دوران وعظ یہ بھی کہا کہ مجھے ایک دینی ضرورت پیش آگئی ہے مگر اس کے واسطے پیسہ نہیں ہے۔ ایک بندہ خدا نے یہ سن کر دس ہزار روپیہ رکھ دیا اس بزرگ نے اٹھ کر اس کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ یہ شخص بڑا ثواب پائے گا۔ جب اس شخص نے ان باتوں کو سنا تو وہ اٹھ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا۔ اور کہا یا حضرت مجھے اس روپیہ کے دینے میں بڑی غلطی ہوئی وہ میرا مال نہ تھا بلکہ میری ماں کا مال ہے اس لئے وہ واپس دے دو۔ اس بزرگ نے تو اسے روپیہ دے دیا مگر لوگوں نے بڑی لعن طعن کی اور کہا کہ یہ اس شخص کی بدنیتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے پہلے وعظ سن کر جوش میں آگیا اور روپیہ دے دیا اور اب اس روپیہ کی محبت نے مجبور کیا تو یہ عذر بنا لیا ہے غرض وہ روپیہ لے کر چلا گیا اور لوگ اسے برا بھلا کہتے رہے اور وہ مجلس برخواست ہوئی۔ جب آدھی رات گزری تو وہی شخص روپیہ لئے ہوئے اس بزرگ کے گھر پہنچا اور آکر انہیں آواز دی وہ سوئے ہوئے تھے انہیں جگایا اور وہی دس ہزار روپیہ رکھ دیا اور کہا حضرت میں نے یہ روپیہ اس وقت اس لئے نہیں دیا تھا کہ آپ میری تعریف کریں میری نیت تو اور تھی اور اب میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ مرنے تک اس کا ذکر نہ کریں۔ یہ سن کر وہ بزرگ رو پڑے۔ اس نے پوچھا آپ روئے کیوں؟ تو انھوں نے جواب دیا مجھے رونا اس لئے آیا ہے کہ تو نے ایسا اخفا کیا ہے کہ جب تک یہ لوگ رہیں گے تجھے لعن طعن کریں گے غرض وہ چلا گیا اور آخر اللہ تعالیٰ نے اس امر کو ظاہر کر دیا۔

(ملفوظات حکیم الامت جلد ہشتم۔ صفحہ ۳۸۹-۳۹۰)

(۱۲) جمعہ کی عید

غرض الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت دو پہلو رکھتی ہے ایک یہ کہ تمہاری تطہیر کر چکا اور دوم کتاب مکمل کر چکا۔ کہتے ہیں جب یہ آیت اتری وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی یہودی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جمعہ عید ہی ہے مگر بہت سے لوگ اس عید سے بے خبر ہیں۔ دوسری عیدوں کو کپڑے بدلتے ہیں لیکن اس عید کی پرواہ نہیں کرتے اور میلے کچیلے کپڑوں کے ساتھ آتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے۔ اسی عید کے لئے سورۃ جمعہ ہے اور اسی کے لئے قصر نماز ہے اور جمعہ وہ ہے جس میں عصر کے وقت آدم پیدا ہوئے اور یہ عید اس زمانہ پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پہلا انسان اس عید کو پیدا ہوا۔ قرآن شریف کا خاتمہ امی پر ہوا

کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو ابوبکرؓ رو پڑے کسی نے کہا۔ اے بڈھے کیوں روتا ہے؟ آپؓ نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جواب دیا اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بُو آتی ہے کیونکہ یہ مقررشدہ بات ہے کہ جب کام ہو چکتا ہے تو اس کا پورا ہونا ہی وفات پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا دنیا میں بند و بست ہوتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو عملہ وہاں سے رخصت ہوتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ والا قصہ سنا تو فرمایا۔ سب سے سمجھدار ابوبکرؓ ہے اور یہ فرمایا اگر دنیا میں کسی کو دوست رکھتا تو ابوبکرؓ کو رکھتا۔

(ملفوظات۔ جلد ہشتم صفحہ ۳۹۹، ۴۰۰)

(۱۴) کہانی سُنانا

ایک روز کسی بیمار بچے نے کسی سے کہانی کی فرمائش کی تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو کہانی سنانا گناہ سمجھتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

گناہ نہیں کیونکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی کوئی مذاق کی بات فرمایا کرتے تھے اور بچوں کو بہلانے کے لئے اس کو روا سمجھتے تھے جیسا کہ ایک بڑھیا عورت نے آپؐ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا میں بھی جنت میں جاؤں گی؟ فرمایا۔ نہیں۔ وہ بڑھیا یہ سن کر رونے لگی۔ فرمایا روتی کیوں ہے؟ بہشت میں جوان داخل ہوں گے بوڑھے نہیں ہوں گے یعنی اس وقت سب جوان ہوں گے۔

اسی طرح فرمایا کہ ایک صحابیؓ کی داڑھ میں درد تھا وہ چھوہارا کھاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ چھوہارا نہ کھا کیونکہ تیری داڑھ میں درد ہے اس نے کہا میں دوسری داڑھ سے کھاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ ایک بچہ کے ہاتھ سے ایک جانور جس کو حمیر کہتے ہیں چھوٹ گیا وہ بچہ رونے لگا اس بچہ کا نام عمیر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا عمیر ما فعلت بک حمیر؟ اے عمیر! حمیر نے کیا کیا۔ لڑکے کو قافیہ پسند آگیا اس لئے چپ ہو گیا۔

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۴۱۵)

(۱۳) سبز چڑیا

لکھا ہے کہ ایک بزرگ جب فوت ہوئے۔ تو انہوں نے کہا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو وہاں ایک سبز چڑیا آئے گی جس کے سر پر چوٹہ چڑیا بیٹھے وہی میرا خلیفہ ہوگا جب وہ اس کو دفنا چکے تو انتظار میں بیٹھے کہ وہ چڑیا کب آتی ہے اور کس کے سر پر بیٹھتی ہے۔ بڑے بڑے پرانے مرید جو تھے ان کے دل میں خیال گزرا چڑیا ہمارے ہی سر پر بیٹھے گی تھوڑی ہی دیر میں ایک چڑیا ظاہر ہوئی اور وہ ایک نقال کے سر پر بیٹھ گئی جو اتفاق سے شریک جنازہ ہو گیا تھا۔ وہ سب حیران ہوئے لیکن اپنے مرشد کے قول کے مطابق اسی کو لے گئے اور اس کو اپنے پیر کا خلیفہ بنایا۔

(ملفوظات۔ جلد ہشتم۔ صفحہ ۴۰۷)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میری آپ بیتی

مکرم ماسٹر عطا محمد صاحب ربوہ

خاکسار کا نام عطا محمد ولد چوہدری میراں بخش ساکن ملکیریاں ضلع ہوشیارپور اور پیدائش سرکاری سرٹیفکیٹس کے مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۰ء کی ہے۔ میری والدہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ میں ابھی غالباً چھ ہی ماہ کا تھا کہ وہ بیمار ہو گئیں۔ جس کی وجہ سے اُن کا دودھ مجھ سے چھڑا دیا گیا اور میری پرورش بکری کے دودھ پر شروع کی گئی۔ چونکہ نہ میں نے اپنی والدہ کا دودھ پیا اور نہ انہوں نے مجھے گود میں کھلایا اس لئے ... وہ الفت اور محبت جو ایک بیٹے کو اپنی ماں سے اور ماں کو اپنے بیٹے سے ہوا کرتی ہے وہ ہم دونوں میں مفقود ہے۔ اس تربیت کے زمانہ میں میں زیادہ تر اپنی پھوپھی جان کے پاس رہا کرتا تھا اور وہی ہر وقت مجھے اپنے پاس رکھتیں۔ دن رات مجھے گود میں کھلاتیں اور انہی کو میں اپنی حقیقی ماں سمجھتا تھا۔ جب میری عمر قریباً تین سال کی ہوئی تو میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور ان کا سایہ میرے سر سے ہمیشہ ہمیش کے لئے اُٹھ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سے پہلے میرے والد صاحب کے تین لڑکے تھے۔ (۱) فضل الدین (۲) خیر الدین (۳) غلام رسول۔ ان تینوں کی والدہ میری والدہ صاحبہ کی بڑی ہمشیرہ تھیں جن کا نام غلام بی بی تھا۔ ان کی وفات کے بعد محترم والد صاحب نے ان کی چھوٹی ہمشیرہ سے نکاح کر لیا۔

غالباً ۱۹۳۴ء میں ضلع ہوشیارپور میں ایک تبلیغی مہم جاری کی گئی تھی اور اس غرض کے لئے ملکیریاں کو مرکز بنایا گیا تھا۔ اس مقصد کے لئے جو مکان استعمال کیا گیا تھا وہ خاکسار کے محترم چچا جان حضرت مولوی زین الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق ہیڈ ماسٹر ورنیکلر مڈل سکول سُجانپور ٹیرہ ضلع گورداسپور کا تھا اور اسی مکان سے شرقی جانب چند قدم کے فاصلہ پر محترم والد صاحب کا مکان تھا۔

میرے محترم چچا جان اور والد صاحب کے نام ضمیمہ آئینہ کمالاتِ اسلام میں سب سے پہلے سالانہ جلسہ ۱۸۹۲ء میں شرکت کرنے والے احباب کی فہرست میں نمبر ۳۲۳ اور ۳۲۶ پر بہ ترتیب درج ہیں۔ اسی فہرست میں میرے ایک برادر بزرگ مسمّی غلام رسول اور تایا زاد بھائی مسمّی غلام حسین صاحب کا نام بھی درج ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چونکہ میرے بزرگوار والد صاحب کا سایہ میری طفولیت ہی کے زمانہ میں میرے سر سے اٹھ گیا تھا اس لئے میری زیادہ تر پرورش میرے مرحوم چچا کے زیر سایہ ہوئی۔ اور انہیں کی بدولت مجھے احمدیت کا نور نصیب ہوا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء!

۱۹۰۲ء میں میرے برادر کلاں بابو فضل الدین صاحب اور میر مرحوم جو ان دنوں سجانپور ٹیرہ ضلع کانگڑہ میں موضع کوٹھواں کے ایک ٹھیکیدار کے لڑکے کو پڑھایا کرتے تھے۔ مکیریاں سے تعلیم کی غرض سے مجھے اپنے ہمراہ لے گئے ان کی صحبت میں میرے جتنے دن گزرے وہ نہایت تکلیف سے گزرے کیونکہ ان کا قیام ایک پہاڑی پر بنی ہوئی جھونپڑی میں تھا جہاں سے تین چار میل کے فاصلہ پر دکان تھی۔ جہاں سے وہ ضروری سودا منگوایا کرتے تھے۔ عام طور پر وہ تھوڑا سا دن رہے مجھے سودا لینے بھیجتے تھے۔ راستے میں برجہ بچپن کے ڈر کے مارے میری جان تھر تھر کانپتی تھی۔ سفر کے دوران اگر کہیں پاخانہ یا پیشاب کی حاجت ہوتی تو میں اس خیال سے جلد از جلد طہارت کر لیتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناپاکی کی حالت میں میری جان ہی نکل جائے۔ ایک دفعہ میں حسب معمول شام کے وقت سودا لینے گیا تو واپسی پر جب میں اس پہاڑی پر چڑھ رہا تھا تو دیکھا کہ بہت سے بندروں نے راستہ روک رکھا ہے اور جب میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو بندر غرّاتے اور میں ڈر کر پیچھے ہٹ جاتا۔ آخر ایک طویل راستہ سے میں پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ مگر مجھے اس قدر تکان ہو گئی تھی کہ ایک چھوٹے سے غار میں سودا رکھ کر میں سستانے لگا۔ یکایک میری آنکھ لگ گئی اور رات گئے تک میں وہیں سویا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو چاند کی چاندنی میں آہستہ آہستہ اور ڈرتے ڈرتے باقی ماندہ سفر طے کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت اس جھونپڑی میں جا داخل ہوا۔

اگلے سال یعنی ۱۹۰۳ء میں مجھے چچا جان محترم نے اپنے پاس سجانپور ٹیرہ میں بلا لیا۔ مارچ ۱۹۰۳ء میں جب لالہ گردھاری لال صاحب ڈپٹی انسپکٹر سکول کا معائنہ کرنے امتحان لینے کے لئے آئے تو میرے چچا جان نے جو اس سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انسپکٹر صاحب سے پانچویں جماعت کا امتحان پرائیویٹ طور پر دینے کی اجازت طلب کی۔ جسے انسپکٹر صاحب نے اس شرط پر منظور کر لیا کہ چھٹی جماعت میں مجھے سکول میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس امتحان میں کامیاب ہونے پر مجھے چھٹی جماعت میں داخل کر دیا گیا۔ ۱۹۰۴ء میں میں نے چھٹی جماعت کا امتحان پاس کر لیا۔ اگست ۱۹۰۴ء میں جب گرمی کی چھٹیاں ہوئیں تو میں اور میرے محترم چچا جان مکیریاں اپنے گھر آ گئے۔ انہیں چھٹیوں میں ایک دن میں مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں گیا۔ تو نماز پڑھتے ہوئے میری جیب سے میرا چاقو گر گیا۔ اور مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے بچوں میں سے کسی نے وہ چاقو اٹھا لیا اور گھر کو چلا گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب میں نے دیکھا کہ چاقو گم ہو گیا ہے تو مجھے سخت قلق ہوا۔ چنانچہ سنتیں پڑھتے ہوئے میں نے نہایت رقت اور سوز و گداز سے دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے از راہ بندہ نوازی قبول فرمائی اور رات کو خواب میں میری زبان پر الحمد للہ جاری ہو گیا۔ یہ خواب میں نے اپنے چچا جان کو سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تمہاری کوئی دعا قبول ہو گئی ہے۔ چنانچہ اسی دن شام کو اس لڑکے کی والدہ میرا چچا زاد بھائی کو لڑکے کے ہمراہ ہمارے گھر آئیں اور مجھے وہ چاقو دے گئیں جس پر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے لئے شکر و امتنان کے جذبات میرے دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگے۔ فالحمد للہ رب العالمین!

میکیریاں ہی کے قیام کے دوران ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان ہے جس کے چہار دیوار کا رُخ شمال کی طرف ہے اور ایک دیوار پر ایک مُرغ کھڑا ہے جو بانگ دے رہا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے محترم چچا جان کو سنائی تو وہ فرمانے لگے اچھا تمہیں وہ مکان بھی دکھائیں گے (مسجد مبارک (قادیان) کے شمالی جانب کا نظارہ اللہ تعالیٰ نے دکھایا) اس کے بعد آپ نے قادیان میں لالہ ملاوامل صاحب کا مکان تین روپیہ ماہوار کرایہ پر لے لیا اور اپنے اہل و عیال وہاں منتقل کر دیئے اور اپنے لڑکے محمد عزیز الدین مرحوم کو قادیان کے ہائی سکول میں داخل کروا دیا۔ میں بھی قادیان میں رہا اور چچا جان چھٹیاں ختم ہونے پر سچانپور ٹیرہ اپنی ملازمت پر حاضر ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت

قادیان کی رہائش کے دوران ایک دن میں حضورؑ کی زیارت کے لئے برادرم محمد عزیز الدین صاحب کے ہمراہ مسجد مبارک میں گیا۔ مگر افسوس کہ اس دن حضورؑ نماز میں کسی دوسرے حصہ سے تشریف فرما نہ ہوئے۔ اس کے کچھ دن بعد میں اکیلا ہی ایک دن حضرت اقدسؑ کے مکان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دائیں جانب ایک کنواں ہے اور اس کنوئیں پر چند ایک چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کے پاس ایک بالٹی (پانی کا برتن) ہے اور اس میں تھوڑا سا پانی ہے جس میں ایک لمبی تار سی کوئی چیز ہے جو ہلتی ہے اور بچے خوب شور مچا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔ کنوئیں کے پاس ہی سیڑھیاں ہیں میں ان سیڑھیوں سے اوپر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گلے میں ململ کا گھنڈی دار کرتہ پہنے ہیں گھنڈی نیچے گری ہوئی ہے اور حضورؑ کا سینہ مبارک نہایت خوب صورت نظر آ رہا ہے۔ حضورؑ نے لٹھے کا تنگ مہری کا پاجامہ پہنا ہوا ہے جس کا ایک پائنچہ ٹخنہ مبارک کے اوپر اور دوسرا نصف ساق تک ہے حضورؑ کے ہاتھ میں کاغذوں کا ایک پلندہ ہے جو گول ہے اور حضورؑ ٹہلتے ٹہلتے لکھ رہے ہیں۔ شمال کی طرف آتے ہیں تو وہاں شہ نشین پر رکھی ہوئی دوات سے سیاہی لگا لیتے ہیں اور جنوب کی طرف جاتے ہیں تو وہاں چھپر سے طاق میں رکھی ہوئی ایک دوات سے سیاہی لگا لیتے ہیں حضورؑ کا سر مبارک ننگا ہے۔ یہ نظارہ اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے مگر یہ یاد نہیں رہا کہ وہاں سے میں کس راستے نیچے اترا اور کدھر سے اپنے گھر آیا۔

قادیان ہائی سکول کے ایک طالب علم کا ہاتھ آشتاری بجاتے ہوئے جل گیا تھا۔ جب میرے چچا جان کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے برادرم محمد عزیز الدین کو اس سکول سے اٹھا لیا اور اپنے پاس بلا کر گورنمنٹ ہائی سکول پالمپور ضلع کانگڑہ میں داخل کرا دیا۔ میں بھی ان کے ہمراہ سچانپور ٹیرہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہنچ گیا۔

محترم چچا جان نے مجھے ساتویں جماعت میں داخل کرنے کے ساتھ ساتھ پہلی جماعت کو پڑھانے پر تعینات کر دیا۔ جس کی وجہ سے میں وہاں سکول میں باقاعدہ ملازم بھی ہو گیا اور بجائے ساتویں کے آٹھویں جماعت میں عربی فارسی اور حساب پڑھ کر اپنی تعلیم بھی جاری رکھ سکا۔

پہلے مہینے کی تنخواہ مبلغ آٹھ روپے چچا جان نے میرے والدہ کو بھیجی۔ دوسرے مہینے کی تنخواہ کا داخلہ دیدیا اور تیسرے مہینے یعنی دسمبر کا الاؤنس آپ نے بطور خرچ دے کر مجھے جنوری ۱۹۰۵ء میں مڈل کا امتحان دینے کے لئے گورداسپور بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسی کے رحم کے ساتھ میں اس امتحان میں بھی کامیاب ہو گیا اور سکول میں معلمی کا کام بھی کرتا رہا۔

ایک دفعہ میں نے ایک کتاب لغات فارسی اور ایک حمائل شریف مترجم خریدنے کے لئے ایک لڑکے سے ڈیڑھ روپیہ قرض لیا اور دونوں کتابیں بذریعہ دکاندار شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور سے منگوالیں۔ ایک دن اس لڑکے کے والد چچا جان کے پاس آئے اور انہوں نے شکایت کی کہ پہلی جماعت کے ماسٹر صاحب نے میرے لڑکے سے ڈیڑھ روپیہ قرض لیا تھا وہ ابتک ادا نہیں کیا۔ یہ سن کر محترم چچا جان غصے سے لال پیلے ہو گئے اور مجھے بلایا اور پوچھا کہ ڈیڑھ روپیہ کہاں خرچ کرنے کے لئے لیا تھا؟ میں نے دونوں کتابیں جو منگوائی تھیں ان کی خدمت میں پیش کر دیں۔ کتابوں کو دیکھ کر آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا گویا کسی نے بھڑکتی آگ پر پانی ڈال دیا۔ آپ نے ڈیڑھ روپیہ اس شکایت کرنے والے کے حوالے کیا اور مجھے سے درگزر کرتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ بعد میں وہ کتاب (لغات فارسی) انھوں نے اپنے پاس رکھ لی۔ کیونکہ اس میں شاہنامے کے نہ صرف مشکل الفاظ کے معانی ملتے تھے بلکہ مشکل اشعار کی شرح بھی مل جاتی تھی۔

۱۹۰۵ء کے فروری یا مارچ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اشتہار "خفت الدیار محلہا ومقامہا" موصول ہوا جسے دیواروں پر چسپاں کرنے کے لئے محترم چچا جان نے میرے سپرد کر دیا۔ میں سکول کے گیٹ اور دکانوں کی دیواروں پر اشتہار چسپاں کر رہا تھا کہ وہاں ایک سنار حسن دین نام میرے پاس سے گزرا۔ اور اشتہار دیکھ کر کہنے لگا کہ مرزائیوں کی صف لپیٹی جائیگی یہ سن کر میرے منہ سے بے اختیار یہ نکلا کہ مرزائیوں کی تو نہیں مگر تمہاری صف لپیٹنے کا وقت آگیا ہے۔ یہ بات سن کر وہ چلا گیا اور بات آئی گئی ہو گئی۔

۱۳ اپریل ۱۹۰۵ء کی شام کو ایک بابو محمد اسمٰعیل صاحب پوسٹ ماسٹر اور ایک منشی امام الدین صاحب پٹواری گاؤں ضلع گورداسپور تحصیل کے قریب ہی ہے۔ وہ احمدی حضرات اور ایک زیر تبلیغ شخص ہمارے ہاں مہمان تھے اور ہم سب کی دعوت ایک دوست کریم بخش صاحب نے کر رکھی تھی۔ صبح کا گندھا ہوا آٹا جو بچا ہوا تھا اسی طرح رکھا رہا اور اس کے پکانے کی نوبت ہی نہ آئی۔ دعوت کھا کر رات دیر سے گھر آئے اور آتے ہی سو گئے۔ جس مکان میں چچا جان رہتے تھے۔ وہ سکول سے ملحقہ زمین میں بنا ہوا تھا۔ سکول دو منزلہ تھا۔ نچلی منزل سکول کے طور پر اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بالائی منزل بطور بورڈنگ ہاؤس۔ اسی مکان میں اس رات میرے اور چچا جان کے علاوہ مذکورہ بالا تینوں مہمان بھی تھے۔

۱۴ اپریل ۱۹۵۵ء کو عین طلوع آفتاب کے وقت وہ قیامت خیز زلزلہ آیا جس نے اس مکان اور سکول کی بنیادیں تک اکھیڑ دیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گھر میں جس قدر افراد تھے۔ سب کے سب معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ بورڈنگ ہاؤس کے بعض طالب علموں کی چارپائیاں نیچے ملبہ یا گلی میں گر پڑیں۔ ایسی حالت میں کہ لڑکا چارپائی پر پڑا ہے اور اس کی چارپائی پر چھت کی شکل میں ایک کڑی پڑی ہے جس کے نیچے بچہ بالکل محفوظ ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ سکول میں جتنے ماسٹر پڑھاتے تھے اور جتنے طالب علم سکول میں پڑھتے تھے سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہے اور کسی کو خراش تک بھی نہ آئی سوائے ایک ماسٹر دلیپ سنگھ کے جنہوں نے ابھی چارج نہیں لیا تھا۔ صرف ان کو معمولی چوٹیں آئیں۔ اس کے برعکس وہ حسن دین جو کہتا تھا کہ مرزائیوں کی صف لپیٹی جائے گی اس کے خاندان کے غالباً بیس سے زیادہ افراد تھے۔ جن میں سے سوائے دو تین کے سب لقمۂ اجل ہو گئے۔ شہر میں اس قدر موت مچی کہ بعض گھر جن میں کوئی نہ رہا گیارہ گیارہ افراد تھے ان میں سے صرف ایک زندہ رہا۔ اور باقی سب ننگِ اہلی کا شکار ہو گئے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جہاں میری چارپائی تھی وہیں سر پر سے اور پائنتی کی طرف سے کچوری کی دیواریں کڑی نہیں اور چھت کے چار پائے بدستور اپنی جگہ قائم رہے اور میں بالکل محفوظ حالت میں اپنی چارپائی پر پڑا رہا اور زلزلہ آنے اور سارا نقصان ہو جانے کے بعد اٹھا اور مکان سے باہر نکلا۔ ہماری جانوں کے ساتھ گھر کا تمام سامان کتابیں۔ آئینہ۔ گھی۔ آٹا۔ دال۔ چاول وغیرہ جملہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حفظ و امان میں رکھا۔ فالحمد للہ رب العالمین!

میرے مرحوم چچا جان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولین صحابہؓ میں سے تھے۔ چنانچہ رجسٹر بیعت میں آپ کا نمبر ۱۴ ہے۔ میرے علم کے مطابق وہ ایسے شخص تھے جو حضورؑ کی بیعت سے قبل اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ زمانہ کسی آسمانی آدمی کی آمد کا ہے۔ مگر کہیں سے آواز نہیں آتی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ تصنیف فرمائی تو اس کا اشتہار ان کے ایک دوست کے ذریعہ ان کو بھیجا۔ اس وقت براہین احمدیہ کی قیمت -/۲۵ روپے تھی۔ آپ نے فوراً وہ کتاب منگوائی اور کتاب دیکھتے ہی اس کے عاشق زار ہو گئے۔ ساری عمر تحریری و تقریری طور پر تبلیغ کرتے رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق ان کے روئیں روئیں میں سرایت کر گیا۔

آپ فارسی۔ اردو اور انگلیسی میں پرلے درجہ کے ماہر اور اول درجہ کے خوش نویس تھے۔ رائے صاحب منشی گلاب سنگھ کے ہم جماعت تھے۔ جنہوں نے ملیں وی کرنے کے بعد سٹیشنری کی چھپی لی سی دکان کھول لی اور ہوتے ہوتے پنجاب پرنٹنگ پریس کے مالک ہو گئے۔ انہیں کے پریس میں عبدالغنی عرف نکو کاتب تھا۔ جس کی لکھی ہوئی درسی کتابیں سالہا سال تک سکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جاتی رہیں اور اس کی وفات کے بعد انہی کی تحریروں کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہلاک ہوا ئے گئے۔

محترم چچا جان رضؓ کی اولاد پانچ لڑکیاں اور آخری عمر میں صرف ایک لڑکا تھا جس کی صحت و سلامتی کے لئے وہ جب تک زندہ رہے دل سے دعا گو رہے۔ اس سلسلہ میں ان کے چند اشعار درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ ؎

یارب یہ التجا ہے تری بارگاہ میں
ہو خاتمہ بخیر مرا تری راہ میں

سجدے میں جان نکلے عذاب نزع نہ ہو
ہو کوچ اس جہاں سے ترے در کی چاہ میں

دنیا میں تو نے مجھ کو بنائے رکھا عزیز
مت کیجیو ذلیل مرا روز حشر گاہ میں

پیری میں تو نے بخشا محمد عزیز دین
بچہ ہے اس کو پالیو اپنی پناہ میں

دین نبیؐ کا خادم خاص اس کو کیجیو
دنیا میں دوست کام رہے عز و جاہ میں

متمتع سعادت دارین کیجیو!
میری طرح نہ عمر گزارے گناہ میں

یارب کرم سے کیجیو میری دعا قبول،
رو رو کے عرض کرتا ہوں شام و پگاہ میں

جس شخص کو نصیب نہ ہو دین احمدی
بے فائدہ ہے گو جیا تخت و کلاہ میں

میں نے ہر ایک دین کے جا بجا ہیں سب اصول
بہتر ہے دین احمدی ہر رسم و راہ میں

○

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سلام!

تنویر احمد کھوکھر۔ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ

علم اسلام کا سارے جہاں میں آج لہرایا
یہاں بھی نور پھیلایا وہاں بھی نور پھیلایا

شکستہ ہو گئے ہیں ملت اسلام کے چہرے
مبارک ہو کہ پیغام حیات جاوداں آیا

سبق دے کر اخوت کا، صداقت کا، اطاعت کا
پلٹ دی اس جری نے امت مرحوم کی کایا

رہی جاوید اس عالم پہ اس کی نور افشانی
زمانے کو چراغ راہ بن کر راہ دکھلایا

اٹھو، اٹھ کر سلامی دیں مسیح پاکؑ کو تنویر
کہ جس نے عالم گل میں خدا کا دین پھیلایا

○

Digitized by Khilafat Library Rabwah

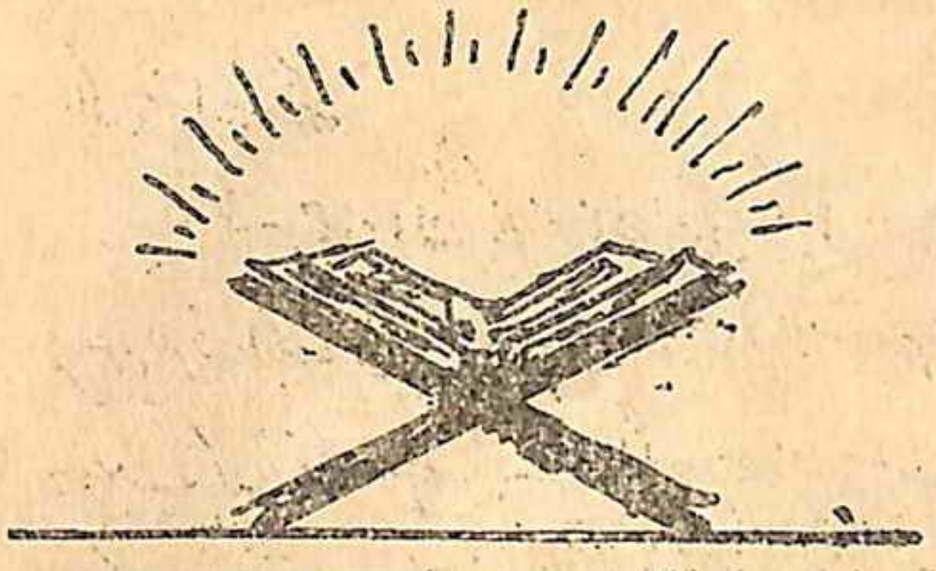

کشش حق

نثار احمد ناز سرادریاخان مری (سندھ)

مکہ میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے دس برس گزر چکے تھے گلی کوچوں میں ہر طرف اسلام کے چرچے تھے بہت سے مرد، عورتیں اور بچے مسلمان ہو چکے تھے۔ پیارے نبیؐ کی زبان سے حق کی آواز جو بھی سنتا۔ آپؐ کے ساتھیوں میں شامل ہو جاتا اور آپؐ پر جان چھڑکنے لگتا۔ یہ حالت دیکھ کر کفارِ مکہ بہت جھنجھلاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے۔ لوگوں کو روکتے اور ان پر زور دیتے کہ آپؐ کی باتیں نہ سنیں۔

انہی دنوں یمن کے ایک مشہور شاعر "طفیل" مکہ میں آئے۔ یہ اپنے قبیلے کے سردار بھی تھے اور یمن کے لوگ ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ جب وہ مکہ پہنچے تو اہلِ شہر نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اور بڑی عزت سے پیش آئے۔ مگر انہیں یہ فکر بھی ہوئی کہ اگر کہیں طفیل نے محمدؐ کا نام سن لیا تو یہ ضرور مسلمان ہو جائیں گے۔ وہ کلام ہی ایسا تھا کہ سننے والا اثر لئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا تھا اور پھر طفیل تو خود شاعر تھا۔ کلام کی اچھائی پرکھنے والا ہے۔ محمدؐ کا اونچا پُراثر کلام اور پھر ان کی سیرت و اخلاق کی کشش۔ لوگوں نے سوچا کہ اگر طفیل نے انھیں دیکھ لیا تو مسلمان ہو ہی جائیں گے اور اگر یہ مسلمان ہو گئے تو پھر ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا۔

مکہ والوں کے لئے طفیل کا آنا ایک بڑا حادثہ بن گیا۔ چند بڑے بڑے لوگ مل جل کر بیٹھے۔ آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ جیسے بھی ہو طفیل کو محمدؐ سے نہ ملنے دیا جائے۔ کچھ لوگ طفیل کے پاس گئے اور بڑی رازداری اور خیر خواہی کے انداز میں کہنے لگے:۔

"آپ نے یہ ضرور سنا ہو گا کہ ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں وہ کچھ دنوں سے اپنے آپ کو نبیؐ کہنے لگے ہیں۔ بڑے زبردست جادوگر ہیں ان کی باتوں میں بلا کا اثر ہے۔ ان کی باتیں سننے والا ان کے جادو سے بچ کر نہیں جاتا۔ جو بھی ایک بار ان کی باتیں سن لیتا ہے بس انہی کا ہو رہتا ہے۔ مکہ کے بہت سے بھولے بھالے لوگ ان کے جادو میں پھنس گئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں اور اپنے باپ دادا کے دین سے
پھر گئے ہیں۔ بہت سے گھرانے ہیں
جن میں انھوں نے بیٹے بھائی باپ
بیٹوں، میاں بیویوں اور چچا بھتیجوں
میں لڑائی کرا رکھی ہے اور پھر جس پر بھی
اس کا جادو چل جاتا ہے وہ ایسا پکا ہو
جاتا ہے کہ پھر وہ کسی کی نہیں مانتا۔ بھلا
کیا مجال ہے کہ کوئی اسے اپنی بات سے
ہٹا سکے آپ کو یہ سب باتیں اس لئے
سنائی ہیں کہ آپ ہوشیار رہیں۔"

طفیل نے ان کی باتیں بڑے غور سے سنیں اور دل میں طے کر لیا کہ کچھ بھی ہو جائے اس شخص کی بات ہرگز نہ سنوں گا اگر میرے اوپر بھی اس کے جادو کا اثر ہو گیا تو کیا ہو گا؟

چنانچہ طفیل کہتے ہیں جب بھی جاتا کانوں میں روئی ٹھونس لیتا کہ کہیں اس شخص کی آواز کانوں میں نہ پڑ جائے۔

ایک دن کہتے ہیں ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ اتفاق سے طفیل بھی پہنچ گئے۔ خدا کا کرنا قرآن مجید کی آواز کان میں پڑ گئی۔ انھیں یہ آواز بہت بھلی لگی۔ پہلے تو ٹھٹکے۔ لیکن پھر خود ہی سوچا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ آدمی کسی کی بات نہ سنے۔ ایسا بھی کیا؟ میں خود شاعر ہوں اچھی بری بات سمجھتا ہوں۔ کلام کی باریکیوں اور خوبیوں سے واقف ہوں۔ کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا کہ کون سی بات میرے لئے اچھی ہے اور کون سی بری۔ سننا تو چاہیئے کہ آخر یہ صاحب کس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ سوچ کر انھوں نے اپنے کان ادھر لگا دیئے۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف پڑھتے جا رہے تھے اور طفیل کا دل آہستہ آہستہ پگھل رہا تھا ایک ایک آیت ان کے دل پر اثر کر رہی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی اور گھر جانے لگے۔ طفیل بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے دروازے پر پہنچے تو ایک آواز آئی:۔

"حضورؐ! مجھے بھی اندر آنے کی اجازت دیجئے!"

پیارے نبیؐ نے مڑ کر دیکھا۔ یمن کا معزز سردار آپ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عزت سے انھیں گھر کے اندر لے گئے۔ اپنے پاس بٹھایا اور آنے کی وجہ پوچھی۔

طفیل نے پوری آپ بیتی سنائی۔ جو پیارے نبیؐ نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنی۔ پھر طفیل نے کہا:۔

"حضورؐ! مجھے اپنی کچھ باتیں سنائیں!"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی چند پر اثر آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ طفیل بڑے غور سے قرآن عظیم کی آیات سن رہے تھے اور انھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ دل کی سیاہی دھل رہی ہے۔ غفلت کے پردے اٹھ رہے ہیں اور حقیقت کا جمال ان کی آنکھیں روشن کر رہا ہے۔

جب پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرما چکے تو طفیل نے کہنا شروع کیا:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"اُس خدا کی قسم جس نے مجھے پیدا کیا ہے میں نے عرب کا ایک سے ایک اچھا کلام سُنا ہے مگر آج تک ایسا ادنیٰ اور پاکیزہ کلام کبھی نہیں سُنا۔ یہ کلام تو سراسر ہدایت ہے۔ سراسر نور ہے۔ سراسر انصاف ہے۔ اس سے منہ موڑنا ہدایت سے منہ موڑنا ہے۔ خدا کی قسم! یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ یہ انسانوں کے پیدا کرنے والے خدا کا کلام ہے۔"

طفیل کہے جا رہے تھے اور رسول اللہؐ کا دل ان کی ہدایت پہ باغ باغ ہو رہا تھا ——— پھر آپؐ نے طفیل کو اسلام کا کلمہ پڑھایا اور ایمان کے نور سے ان کا سینہ جگمگا اٹھا۔

یمن کا یہ معزز مہمان اب ایمان کی دولت پا چکا تھا۔ مکہ میں داخلے کے وقت صرف دنیا کی عزت حاصل تھی مگر اب اسے دین کی عزت بھی حاصل ہو گئی تھی۔

جب طفیل نے یمن کو واپسی کا ارادہ کیا تو پیارے رسولؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! میرا سینہ تو ایمان کے نور سے جگمگا اٹھا ہے لیکن میرا قبیلہ اور گھر کے لوگ تو کفر کے اندھیرے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپؐ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی ایمان کی دولت بخشے!"

پیارے رسولؐ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیئے۔

"اے اللہ! تو طفیل کو اسلام کا نشان بنا دے کہ لوگ اس سے اسلام کی راہ پائیں!"

طفیل ایمان کی تڑپ لئے گھر پہنچے۔ تو بوڑھے باپ عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔ طفیل بولے:—

"ابا جان! میں کفر کے اندھیرے سے ایمان کی روشنی میں آگیا ہوں۔ بابا! اب میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں رہا میں مکہ کے سچے رسولؐ پر ایمان لے آیا ہوں اب میرا رشتہ صرف اس شخص سے ہے جو اس رسولؐ کا کلمہ پڑھے اور اسلام کو اپنا دین مانے۔"

طفیل کی یہ دل سے نکلی ہوئی باتیں سُن کر عمرؓ سوچ میں پڑ گئے ——

"اچھا! ایمان میں یہ قوت ہے کہ اس سے باپ بیٹے کا رشتہ بھی ختم ہو سکتا ہے؟ کیا ایمان کا رشتہ باپ بیٹے کے رشتہ سے بھی زیادہ مضبوط ہے؟"

طفیل کے باپ عمرو دوسی نے سوچا اور اپنے بیٹے سے کہا:—

"طفیل! لاؤ ہمیں بھی سناؤ اس رسولؐ کی باتیں!"

طفیل نے سمجھا سمجھا کر باپ کو اسلام کا پیغام سُنایا۔ حق کی کشش نے کام کیا اور بوڑھے باپ نے بیٹے سے کہا:—

"طفیل بیٹے! تم میرے بیٹے ہو اور میں تمہارا باپ ہوں۔ (باقی صفحہ ۳۴ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

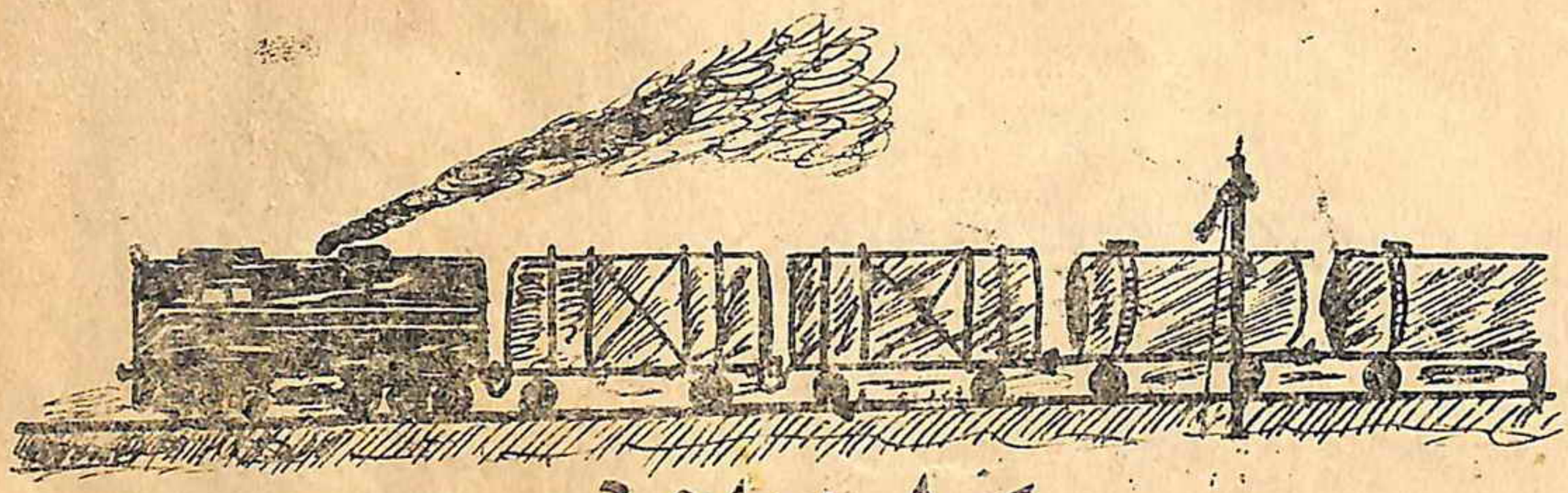

جلد بازی

مسرت روبینہ۔ مڑھ بلوچاں (شیخوپورہ)

یہ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۳ء کی ایک اداس صبح کا واقعہ ہے ہم سب بہن بھائی اور امی۔ ابا شیخوپورہ میں اپنی بہت ہی دعائیں کرنے والی شفیق نانی اماں کا آخری دیدار کرنے گھر سے نکلے۔ گھر چونکہ اسٹیشن سے دور ہے اس لئے ہمیں کافی صبح اٹھ کر ہی رختِ سفر باندھنا پڑا۔ اسٹیشن پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مطلوبہ ریل گاڑی تین گھنٹے لیٹ ہے آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ آمد و رفت کا کوئی متبادل ذریعہ ہمارے قصبہ میں نہیں ہے۔ سب پریشان تھے کہ نانی اماں کے ہاں جائیں تو کیسے؟ اس اثناء میں ایک مال گاڑی اسٹیشن پر آئی اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ہم نے اسے ہی غنیمت جانا۔ ابا جان نے ڈرائیور سے بات کی اور ہم چھ بھائی گارڈ کے آخری مکان نما ڈبے میں سوار ہو گئے

کچھ وقت تو سب مسرور رہے کہ خدا تعالیٰ نے مدد کی۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد گاڑی سکھیکی کے قریب پہنچ رہی تھی مگر اس کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ ہمارے دل کچھ سے گئے۔ اور واقعی تھوڑی دیر بعد گارڈ نے یہ پریشان کن خبر سنائی کہ چونکہ میں نے آپ کو ڈرائیور سے بات کئے بغیر بٹھایا تھا لہٰذا اب وہ گاڑی یہاں ٹھہرانے کو تیار نہیں۔ اس پریشانی میں اسٹیشن گزرنے لگا۔ ہم حسرت سے دیکھتے رہے اور گاڑی اپنی رفتار سے چلتی رہی۔ دل مچل رہا تھا کہ چھلانگیں لگا دیں۔ جو بھی ہوگا۔ نانی اماں کے پاس تو پہنچ ہی جائیں گے۔ مگر ابا بھلا کیسے اجازت دیتے۔ مگر ہائے رے ابا کی نظر بچا کر جھٹ چھلانگ لگا دی۔ گاڑی کی مخالف سمت میں اور پھر نتیجہ وہی نکلا جو ہونا تھا یعنی ان کو کافی چوٹیں آئیں۔ دونوں بھائی ذرا ہوشیاری سے بغیر کوئی چوٹ کھائے اتر گئے اور ہم پاس کے بستی سے اسٹیشن سے دور ہوتے گئے گارڈ بھی بہت شرمندہ تھا۔ اس نے ڈرائیور کو کئی مرتبہ سرخ جھنڈا دکھائی۔ لیکن گاڑی صرف آہستہ ہو جاتی تھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہاں تک کہ ہم اسٹیشن سے تریپاڑھائی میل آگے پہنچ گئے
اب خدا نے ہماری بے بسی پر رحم کھایا ہوا یوں کہ ایک تنگ
موڑ پر گاڑی چند لمحوں کے لئے خود بخود رک گئی۔ خدا کا شکر
ادا کرتے ہوئے ہم جلدی سے اتر پڑے اور پھر لائن کے ساتھ
ساتھ پیدل والیس آئے۔ بیوی کے ابّے پر باجی اور بھائی
ہمارے منتظر تھے۔ یہاں سے ہم لاہور جانے والی بس پر سوار
ہوئے اور شیخوپورہ پہنچ گئے۔

کچھ نہ پوچھئے کہ تھکان سے ٹانگوں کی کیا حالت
ہوئی۔ جلد بازی کی بڑی سخت سزا بھگتنا پڑی۔

تو پیارے بھتیجو اور بھانجیو! آپ بھی آئندہ خیال
رکھیئے اور جلد بازی نہ کیجئے۔ چلتی گاڑی سے چھلانگ کبھی
نہ لگایئے اور اگر بفرض محال ایسا کرنا بھی پڑے تو جس
سمت گاڑی جا رہی ہو اس سمت کو منہ کر کے چھلانگ
لگائیں اور اپنی پوری رفتار سے کچھ دیر آگے کی طرف بھاگتے
رہیں کیونکہ اس طرح گاڑی کی حرکت اور جسم کی حرکت میں
توازن رہے گا۔ نیز باقاعدگی سے ورزش کریں اس سے ایک
تو صحت اچھی رہے گی دوسرے اگر کبھی ہماری طرح پیدل چلنا
پڑے تو تھکاوٹ محسوس نہیں ہوگی۔ اب تو جب بھی میں کبھی
کوئی ریل گاڑی دیکھتی ہوں تو فوراً ذہن میں آتا ہے کہ ؎

ہم تو سمجھا رہے تھے لیکن سر کبھی کسی سے آ ٹکرایا
اک تجربہ بہت تھا بڑے کام آ گیا۔

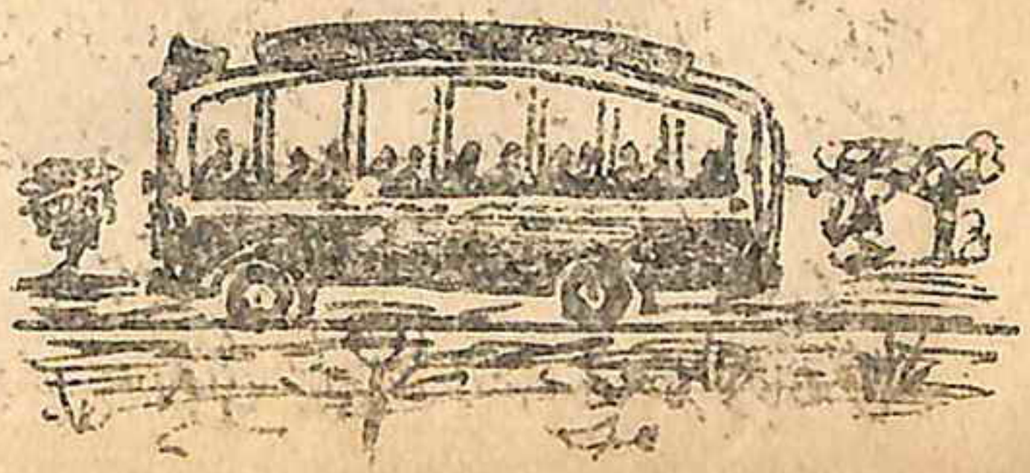

"کشمکشِ حق" بقیہ صفحہ (۳۲)

میں بھی اُسی نبیؐ پر ایمان لاتا ہوں جس
پر تم ایمان لائے۔"

طفیل کی آنکھیں خوشی سے اشکبار ہو گئیں:۔
"چلئے ابّا جان! غسل فرمالیجئے اور
اسلام کا کلمہ پڑھ کر اللہ کے دین میں شامل
ہو جایئے!

عمر رسیدہ نے غسل کیا۔ کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام کی
دولت سے مالا مال ہو گئے۔

باپ کے بعد محبت کرنے والی بیوی سے ملاقات ہوئی
بیوی کو دیکھ کر طفیل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر وہ فوراً ہی
سنبھلے اور بیوی سے کہا ——— "پیاری بیوی! ایسے بیمار
تمہارا کیا رشتہ؟ میں تو محمد والے نبیؐ پر ایمان لا چکا ہوں اور تم
ایمان کی روشنی سے محروم ہو۔ میں اسلام کی روشنی میں چل رہا ہوں
اور تم کفر کے اندھیرے میں بھٹک رہی ہو۔ ایمان اور کفر کا کیا ناتہ؟
میرا رشتہ تو صرف ان لوگوں سے ہے جو خدائے واحد کی بندگی کریں
جس کا کوئی شریک نہیں اور اس رسولؐ پر ایمان لائیں جسے خدا نے
ہماری ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔"

طفیل کی باتیں سن کر بیوی کے دل کے دروازے بھی کھل
گئے جن کی کشش نے اسے بھی اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ کہنے لگی
"پیارے شوہر! آپ میرے شوہر ہیں اور میں رہتی دنیا تک آپ
کی رفاقت میں رہوں گی۔ میں بھی خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان
لائی ہوں۔" طفیل کا دل خوشی سے اچھل رہا تھا۔ ان کا چہرہ تھی
کی فتح سے چمک رہا تھا اور وہ صوفیہ سے کہہ رہے تھے "کتنی کشش ہے ایمان میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابنِ بطوطہ اور چینی بازی گر

ابنِ بطوطہ کے چین میں داخل ہوتے ہی اس کی آمد کی خبر بادشاہ کو بھیج دی گئی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے اسے دارالخلافہ میں بلا لیا۔ دارالخلافہ کو جاتے ہوئے ابنِ بطوطہ شاہی مہمان کی حیثیت سے سفر کر رہا تھا۔ راستے میں وہ بادشاہ کے ایک امیر کے پاس ٹھہرا۔ رات کو اس نے بازی گر کا تماشا دیکھا۔ بازی گر نے اپنے تھیلے میں سے ایک لکڑی کی گیند نکالی۔ جس میں بہت سے سوراخ تھے اور سوراخوں میں سے چمڑے کی ڈوریاں نکلی ہوئی تھیں۔ بازی گر نے وہ گیند اوپر ہوا میں اچھال دی۔ گیند نظروں سے غائب ہو گئی اور اس کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک ڈوری رہ گئی۔

پھر بازی گر نے اپنے ایک شاگرد لڑکے کو ڈوری کے اوپر چڑھنے کا حکم دیا۔ لڑکے نے اس ڈوری کے ذریعہ اوپر چڑھنا شروع کیا اور چڑھتے چڑھتے وہ بھی نظروں سے غائب ہو گیا۔

پھر بازی گر نے لڑکے کو تین چار آوازیں دیں۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ اس پر وہ بہت ناراض ہوا اور ایک بڑا سا چاقو لے کر ڈوری کے ذریعہ اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی غائب ہو گیا۔

ابنِ بطوطہ حیران تھا کہ اتنے میں لڑکے کا کٹا ہوا ہاتھ اوپر سے نیچے گرا۔ پھر کٹا ہوا پاؤں گرا۔ پھر دوسرا ہاتھ اور دوسرا پاؤں اور پھر اس کا دھڑ گرا۔ آخر میں اس کا سر بھی زمین پر آن پڑا۔

اس کے بعد بازی گر خود ہانپتا کانپتا ہوا نیچے اتر آیا۔ اس کے تمام کپڑے خون آلود تھے۔ اس نے آتے ہی امیر کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور چینی زبان میں کچھ کہا۔ اس پر امیر نے اسے کوئی حکم دیا۔

بازی گر نے لڑکے کے کٹے ہوئے اعضاء آپس میں جوڑے اور اس پر ایک لاٹھی ماری۔ لڑکا فوراً صحیح سلامت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

جناب عبدالرب صاحب عاجز السیکرٹری بیت المال

ابنِ بطوطہ حیران رہ گیا۔ شہر کا قاضی بھی وہاں موجود تھا۔ وہ کہنے لگا:۔

"گھبرائیے نہیں ——— یہ شعبدہ بازی ہے۔"

(از کتاب "سفرنامہ ابنِ بطوطہ")

○

بچوں کی اخلاقی اور ذہنی تربیت کے لئے انہیں "تشحیذ الاذہان" مطالعہ کے لئے دیں۔ (منیجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

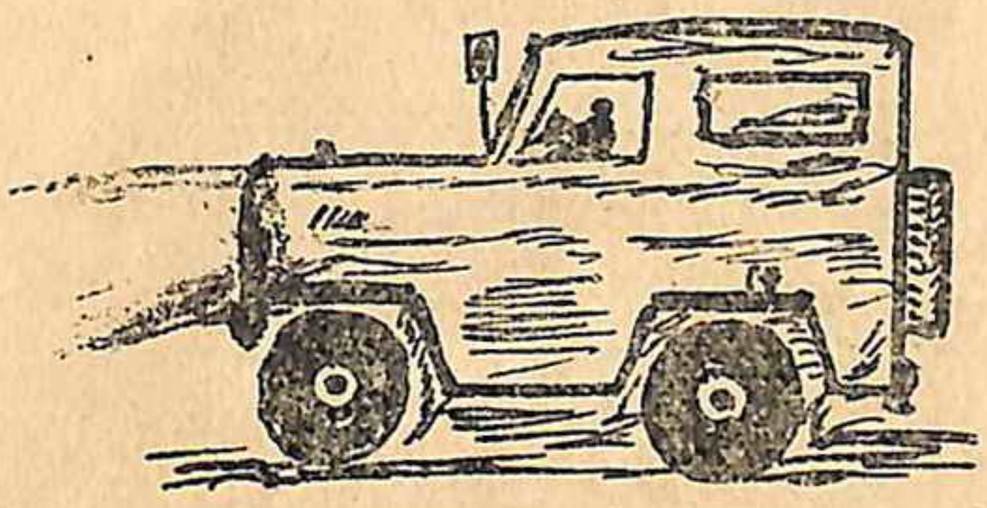

ظہیر کی دعا

محمد احمد اشرف : دارالصدر شرقی - ربوہ

آج پھر اُسے سکول سے دیر میں واپس آنے پر باپ کی جھڑکیاں سننی پڑی تھیں۔ سوتیلی ماں نے بھی بُرا بھلا کہا تھا۔ اُسے دھمکیاں بھی دی گئی تھیں۔ اس کے سوتیلے بھائیوں مقصود اور شبیر نے بھی نفرت اور حقارت سے اس کی طرف دیکھا تھا ——— چار سال پہلے بالکل ایسی ہی شام تھی جب اس کی ماں اسے بھری دنیا میں تنہا چھوڑ گئی تھی۔ اف! سات سالہ ظہیر کتنا رویا تھا۔ آج بھی بالکل ویسے ہی وہ بند کمرے میں بیٹھا گھٹنوں میں منہ دیئے زار و قطار رو رہا تھا۔ اور جب سوتیلی ماں نے اسے ڈانٹتے ہوئے برتن مانجھنے کو کہا تو اُس کا خون ہی کھول اٹھا تھا۔ بے بسی کے عالم میں اُس نے برتن تو دھو ڈالے مگر اس کے نحیف و کمزور جسم میں باپ اور سوتیلی ماں کے ظلم و ستم سہنے کی تاب نہ تھی۔

آخر اس نے یہ گھر چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک پرانی کپڑے اور اپنا مختصر سا سامان کاغذ کے پرزوں میں لپیٹ کر وہ اگلے روز دوپہر کو چپکے سے باہر نکل آیا۔ جون کا گرم مہینہ تھا۔ گلیاں سنسان تھیں۔ اکا دکا آدمی سڑک پر سے گزر جاتا تھا۔ دکانیں بند ہو چکی تھیں ٹوٹی پھوٹی ہوائی چپل اب بھی اسے تکلیف دے رہی تھی اسے اپنی منزل کا کوئی پتہ نہ تھا۔ وہ تو بس ایک بھولے بھٹکے مسافر کی طرح سنسان سڑک پر چلتا ہی جا رہا تھا۔ چلتے چلتے وہ تھک گیا۔ جب اسے اذان کی پرکشش آواز سنائی دی۔ تو مسجد میں جا کر اس نے نماز ظہر ہی تفرّع سے عصر کی نماز ادا کی اور خدا کے حضور گڑگڑایا تو اس کے دل کو قرار آ گیا۔ نمازی ایک ایک کر کے چلے گئے مگر ایک شخص نے ظہیر کے پاس آ کر اس کا نام پوچھا اور اس کے اصرار پر اسے اپنی دکھ بھری داستان سنانی پڑی۔ اجنبی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے ظہیر کو اپنا نام چوہدری جمال الدین بتایا۔ اور اسے اپنے شہر لے آیا۔ گھر میں اس نے اس کی خوب خاطر تواضع کی بیوی بچوں کو اس سے ملایا اور رفتہ رفتہ وہ اسی خاندان کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک فرد بن گیا۔ تیسری جماعت تک تو اس نے تعلیم حاصل کی ہوئی تھی۔ چوہدری صاحب نے اسے مقامی سکول کی چوتھی جماعت میں داخل کرایا۔ دو سال بعد اس نے پانچویں کا امتحان دے کر وظیفہ حاصل کیا۔ اسکول کے اساتذہ اور اس کے دوستوں نے اسے مبارکباد دی۔

چوہدری جمال الدین کا ارادہ تو اسے پانچویں جماعت تک ہی پڑھانے کا تھا۔ مگر اس کی قابلیت دیکھ کر اسے ہائی سکول میں داخلہ دلوا دیا۔

ظہیر ان پر زیادہ بوجھ بننا پسند نہیں کرتا تھا چنانچہ اس نے پڑھائی کے علاوہ فارغ اوقات میں کتابیں جلد کرنے کا کام شروع کر دیا۔ اس طرح وہ دس پندرہ روپے ماہوار کما لیتا۔ ان پیسوں سے وہ اپنے ضروری اخراجات پورے کر لیتا۔

اس کے باوجود ظہیر ہر جماعت میں اوّل آتا رہا۔ ذہین اور لائق ہونے کی وجہ سے سب اس کی عزت کرتے میٹرک میں وہ پورے ضلع میں اوّل رہا۔ اب اس نے کالج میں داخلہ لے لیا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے انجینئر بن گیا۔ اب اس کے پاس حکومت کی طرف سے دی گئی جیپ بھی تھی۔ چوہدری جمال الدین اس سے بہت خوش تھے۔ اور اب اس کی شادی کر دینا چاہتے تھے۔ شہر کے بڑے بڑے معززین کی طرف سے رشتوں کی پیش کش ہوئی تھی۔ مگر ظہیر یہ خوشی کا موقع اپنے والدین کے بغیر نہیں گزارنا چاہتا تھا۔ اگرچہ انھوں نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ پھر بھی آخر ان کی محبت نے جوش مارا اور ایک شام جب سورج ڈھل رہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ سارے دن کا تھکا ماندہ سورج اب غروب ہونے کو تھا۔

ظہیر نے اپنی جیپ سٹارٹ کی اور مین روڈ پر ڈال دی۔ ڈیڑھ گھنٹے کے سفر کے بعد دوسرا شہر آیا یہ شہر اس کا جانا پہچانا تھا یہیں اس نے پرورش پائی تھی اور اپنی عمر کی پہلی گیارہ منزلیں گزاری تھیں۔ وہ جیپ ایک گلی میں لے گیا۔ مکان پر پہنچنے میں اسے زیادہ مشکل پیش نہ آئی۔ ٹوٹے پھوٹے دروازے کے سامنے اس نے جیپ کھڑی کی اور ہارن بجایا۔ ایک بوڑھا کھانستا ہوا دروازے پر آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کی۔ ظہیر بڑھ کر اپنے باپ سے لپٹ گیا۔ بوڑھا باپ اپنے بیٹے کو اندر لے گیا۔ وہاں بیٹھ کر دونوں نے خوب باتیں کیں اور تمام واقعات ایک دوسرے کو سنائے دونوں کے چہروں پر مسرت و انبساط اور گزشتہ صدموں کے ملے جلے جذبات جھلک رہے تھے۔ ظہیر کے باپ نے اسے بتایا کہ اس کے چلے جانے کے بعد اس کی سوتیلی ماں کی فضول خرچیوں کی وجہ سے بہت جلد مفلسی تک جا پہنچی اور ایک رات وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ اس کے سوتیلے بھائی مقصود اور شبیر تو پہلے ہی آوارہ ہو چکے تھے ان کا کام ہی آوارہ لڑکوں کے ساتھ پھرنا اور اپنے دوستوں کے ساتھ عیاشی کرنا تھا۔ دن میں تو وہ کبھی بھول کر بھی گھر نہ آتے۔ کبھی کبھی رات کو گھر آتے اور بس۔ ماں کے مرنے کے بعد تو انھوں نے اپنے بوڑھے باپ کو بالکل ہی چھوڑ دیا تھا۔

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لالچ بُری بلا ہے

منوّر احمد آفتاب، ڈرگ روڈ۔ کراچی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دو دوست سفر کر رہے تھے۔ چلتے چلتے وہ تھک گئے تو آرام کرنے لگے۔ انھیں بھوک بھی محسوس ہونے لگی۔ دونوں نے اپنا اپنا کھانا نکالا۔ ان دونوں میں سے پہلے کے پاس تین اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں ابھی وہ کھانا شروع کرنے ہی والے تھے کہ ایک اجنبی ان کے پاس آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ انھوں نے اس اجنبی کو بھی اپنے ساتھ شریک طعام کر لیا۔ جب تینوں کھانا کھا چکے تو اجنبی اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں کو آٹھ درہم دے کر بولا کہ یہ تم دونوں آپس میں بانٹ لو۔ وہ سلام کر کے روانہ ہو گیا۔

لالچ بُری بلا ہوتی ہے درہم کے لئے ان دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔ پہلا دوست کہتا کہ دونوں کو چار چار درہم ملنے چاہئیں لیکن دوسرا دوست کہتا تھا کہ مجھے پانچ درہم ملنے چاہئیں کیونکہ میری پانچ روٹیاں تھیں۔ دونوں میں بحث مباحثہ بڑھی تو یہ دونوں حضرت علی رضؓ کے پاس پہنچے اور واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ آپ کوئی فیصلہ کر دیجئے!

حضرت علی رضؓ نے واقعہ سن کر پہلے شخص سے فرمایا کہ تم تین درہم کیوں نہیں لیتے جبکہ تمہارا ساتھی تمہیں تین درہم دینے کو تیار ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میرا حق اس سے زیادہ ہے۔"

حضرت علی رضؓ نے جب یہ دیکھا کہ پہلا شخص تین درہم لینے کے لئے بالکل تیار نہیں۔ تو اپنا فیصلہ صادر کیا کہ پہلے شخص کو ایک درہم اور دوسرے کو سات درہم دیئے جائیں۔ حضرت علی رضؓ کا یہ فیصلہ سن کر دونوں بہت حیران ہوئے اور پوچھا کہ آپ نے یہ فیصلہ کیونکر کیا۔

حضرت علی رضؓ نے اپنے فیصلہ کی وجہ یہ بتائی۔ کہ پہلے کے پاس تین روٹیاں اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اس طرح کل آٹھ روٹیاں ہوئیں اور تم تین آدمی تھے۔ اور تم تینوں نے برابر برابر کھانا کھایا۔ یعنی اگر آٹھ روٹیوں کے تین تین برابر حصے کئے جائیں تو چوبیس بنتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور ہر ایک کے حصّے میں آٹھ ٹکڑے آئے۔ پہلے کے پاس تین روٹیاں تھیں اور اس کے کل نو ٹکڑے تھے۔ آٹھ ٹکڑے اس نے خود کھالئے اور ایک حصّہ اجنبی کو کھلایا۔ دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور ان کے کل پندرہ حصّے تھے۔ آٹھ اس نے خود کھالئے اور سات اس اجنبی کو دیئے۔ اسی طرح پہلا شخص ایک درہم کا اور دوسرا سات درہم کا حقدار ہے۔

دونوں دوست یہ فیصلہ سن کر مطمئن ہو گئے اور پہلے شخص نے ندامت کے ساتھ ایک درہم لے لیا پھر دونوں دوست دوبارہ سفر پر روانہ ہو گئے۔

اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ لالچ کرنے والے کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔

ظہیر کی دعا۔ بقیہ صفحہ (۳۷)

ظہیر نے جو مکان کی حالت دیکھی تو دیواروں کپڑوں۔ چادروں اور چارپائیوں پر گرد کی موٹی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ اس نے نوکروں چاکروں سے گھر اچھی طرح صاف ستھرا کروا کے رہنے کے قابل بنایا

ضعیف باپ کا تعارف اپنے محسن چوہدری جمال الدین جنہیں وہ چچا ابا کہتا تھا۔ سے کروایا۔ باپ نے تشکر بھری نگاہوں سے چوہدری صاحب کی طرف دیکھا۔

پھر جب ظہیر ایکسین (X.EN) کے عہدہ پر پہنچا تو اس نے ایک بنگلہ خرید لیا اور وہیں اپنے ضعیف باپ اور چوہدری جمال الدین کو بھی بلوا لیا۔ اس کے بعد وہیں اس کی شادی کر دی گئی اور اب وہ سب مل جل کر سکون و اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

○

اگر آپ اپنے مضامین

چھپوانا چاہتے ہیں تو۔

- کاغذ کے ایک طرف لکھیئے
- مضمون معلوماتی اور دلچسپ ہو
- تشحیذ کے دو صفحات سے زائد نہ ہو
- مضمون نگار کا نام اور پتہ پورے طور پر درج ہو
- سب صفحات پن کئے ہوئے ہیں۔ الگ الگ نہ ہوں۔

اسی طرح

صرف وہی اعلانات اور رپورٹیں شائع کی جائیں گی جو تشحیذ کے نصف کالم سے زائد نہ ہوں

ایڈیٹر

○

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ربوہ

عبدالرؤف - ٹنڈو الہ یار ضلع حیدرآباد (سندھ)

آؤ بچو کھیل بنائیں
ہم سب مل کر ریل بنائیں

خالد، طارق تم بھی آؤ
آگے پیچھے کھڑے ہو جاؤ

یہ لو بن گئی ریل ہماری
کیسی اچھی ہے یہ سواری

اے گاڑی پر چڑھنے والو
ٹکٹیں لے لو باری باری

ٹکٹ بغیر نہ چڑھنا بھائی
رستے میں ہو گی رسوائی

ربوہ کا اسٹیشن آیا
کیسا ہے یہ من کو بھایا

اس بستی کی سیر کر آئیں
حضرت صاحب سے مل آئیں

اُن کی خدمت میں ہے برکت
اُن کی صحبت میں ہے رحمت

ربوہ کے اسکول بھی دیکھیں
کرسی، میز، سٹول بھی دیکھیں

کالج دیکھیں دفتر دیکھیں
اور پہاڑی منظر دیکھیں

ربوہ کی ہے شان نرالی
شان نرالی اللہ والی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چیتے کا شکار

لیفٹیننٹ محمد طاہر

مشرقی افریقہ کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی حُسن سے نوازا ہے خصوصاً جنگلی جانوروں کی دولت تو بے انداز ہے۔ رہوڈیشیا۔ جنوبی افریقہ۔ تنزانیہ۔ کینیا اور یوگنڈا میں بڑے بڑے نیشنل پارک ہیں۔ جن میں لاکھوں کی تعداد میں شیر۔ ہاتھی۔ چیتے۔ جنگلی گائے۔ جنگلی کتے۔ ہرن۔ نیل گائے۔ گینڈے اور دیگر جانور پائے جاتے ہیں۔

جانوروں کے شکار کے لئے حکومت کی طرف سے خاص اجازت نامے دیئے جاتے ہیں۔ چیتے کے شکار کا جو واقعہ میں اپنے تشحیذی دوستوں کو سنا رہا ہوں سچا واقعہ ہے جو مجھے افریقہ کے ایک شکاری نے خود انگلستان میں سنایا۔ تو لو بچو یہ داستان ہمارے احمدی شکاری کی زبانی سنو!

بچپن ہی سے مجھے درندوں کے شکار کا شوق رہا ہے۔ میرا بچپن اور جوانی مشرقی افریقہ میں گزرے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جنگلی چیتے اور شیر شکار کی تلاش میں ہماری بستی میں گھس آتے۔ ان کی آواز سُن کر میرا دل انجانے خوف سے لرز اٹھتا۔ کئی بار ہاتھی بھی ہماری بستی میں پہنچ جاتے۔ سانپوں اور اژدہوں کا تو ذکر ہی کیا۔ ان سے "ملاقات" تو قریباً روزانہ ہی ہوتی تھی۔ اژدہے کی بات آئی تو اس کا بھی ایک سچا واقعہ سنتے جائیے۔ میں شکار کی نیت سے ایک قریبی گاؤں میں چند افریقیوں کے ساتھ گیا ہوا تھا کہ دوپہر کے وقت ایک سمت سے انتہائی بلند آواز جیسے سیٹی دائیں چار ہی ہوں۔ آنے لگی۔ یہ آواز یوں معلوم ہوتی تھی جیسے کئی شیر یا چیتے اکٹھے مل کر دہاڑ رہے ہوں میں اپنی گن سنبھال کر آواز کی طرف لپکا۔ گاؤں کے شمالی جانب کچھ فاصلہ پر میں نے یہ عجیب نظارہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھا کہ ایک بڑے اژدہے نے ایک گائے کا بچھڑا اپنی کنڈلی کی گرفت میں جکڑا ہوا ہے اور دس پندرہ فٹ بلند سر نکال کر اس شدت سے چنگھاڑ رہا ہے کہ کانوں کے پردے آواز سے پھٹ ہی جائیں۔ اژدہا نے اس شدت سے بچھڑا بھینچا کہ اس کی ہڈیاں چٹخ گئیں۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے دور سے اژدہے کے سر کا نشانہ لیا۔ گولی چلتے ہی اژدہا گولی کی تیزی سے نیچے جھکا۔ معلوم نہیں زخمی ہوا یا نہیں اس نے بچھڑا وہیں چھوڑا اور برق رفتاری سے قریب ہی جھنڈ میں غائب ہو گیا۔

مشرقی افریقہ کے ساحلوں پر مگرمچھ بھی اسی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ! مگرمچھ سمندر سے باہر بھی نکل آتے ہیں اور ساحل کے ساتھ ساتھ یہ چھوٹی چھوٹی آنکھیں لگائے شکار کا انتظار کرتے ہیں اور جب ہرن گائے وغیرہ بدقسمتی سے پانی پینے ادھر آنکلیں تو مگرمچھ کی "دارڑھ میں زیرہ" کا کام دیتے ہیں۔ مجھے یاد ہے اور یہ واقعہ میری جملی تصویروں کے ساتھ ملکی اخباروں کی زینت بھی بنا۔ ایک بار میں نے ایک ہجوم دریا کے کنارے دیکھا۔ یہ حصہ خطرناک مگرمچھوں سے بھرا ہوا تھا اچانک ایک سترہ سالہ کی افریقن لڑکی کا پاؤں پھسلا اور وہ گہرے پانی میں جا گری اور غوطے کھاتے کھاتے دور سے دور تر ہوتی گئی۔ کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ دریا میں چھلانگ لگائے۔ کیونکہ مگرمچھ تو ایسے موقعوں پر رشتہ داری کا بھی خیال نہیں کرتے۔ کنارے پر کھڑے افریقن اور یورپین لوگ اس لڑکی کی موت پر آنسو بہا رہے تھے۔ اب اس لڑکی کے سر کے بال دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے یہ تماشا دیکھا۔ جوانی کی ترنگ میں نہیں بلکہ اسلامی غیرت کی وجہ سے خونخوار مگرمچھوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے رب پر کامل بھروسہ کر کے میں نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور دور تک تیر کر لڑکی اپنے بازوؤں میں سنبھالی اور تیزی سے واپس کنارے پر پہنچ گیا۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے مجھے یہ خدمتِ خلق کا موقعہ دیا۔ بچی کی جان بھی بچا لی اور میری حفاظت بھی فرمائی۔ اگلے دن یہ واقعہ بڑے بڑے اخباروں میں میری تصویروں کے ساتھ شائع ہوا کہ ایک نڈر بہادر احمدی نوجوان نے ایسی عمدہ قربانی کی مثال پیش کی جو سب کیلئے قابلِ تقلید ہے۔

بات چیتے کے شکار سے چلی تھی۔ کہاں آن پہنچی ——— مجھے ایک روز اطلاع ملی کہ پہاڑے قصبہ کے ہائی سکول کی عمارت میں ایک چیتا آگھسا ہے چیتا شیر سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ وہ ہر حالت میں خواہ بھوکا ہو یا نہ ہو حملہ کرتا ہے۔ لیکن شیر جو جنگل کا بادشاہ ہے یا تو اس وقت حملہ کرتا ہے جب بھوکا ہو اور یا اس وقت جب اس پر حملہ کیا جائے۔ جنگلوں میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نہتے انسان کے پاس سے شیر بے نیازی سے گزر جاتا ہے۔ مگر ایسے "شریفانہ مسلک" کی توقع چیتے سے کبھی نہیں کی جا سکتی۔ میں نے افریقہ میں ایسے آدمی دیکھے ہیں جو پچاس پچاس خونخوار شیروں کے درمیان اطمینان سے کھڑے ہو کر مارفیا کی سرنج سے ان کا شکار کرتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ طریق یہ ہے کہ شیروں کے غول میں چلے جاتے ہیں اور انھیں یہ احساس دلاتے ہیں کہ ان پر حملہ کرنے نہیں آئے۔ پھر چند گز کے فاصلہ سے مارفیا کی سرنج شیر پر مارتے ہیں۔ اگر تو اس موقع پر شیر مشتعل ہو کر حملہ کرے تو یہ لوگ بڑی طاقتور بندوقوں سے اپنا دفاع کرتے ہیں ورنہ جس شیر کو مارفیا کی سرنج لگتی ہے وہ ایک آدھ منٹ میں ایسی میٹھی نیند سو جاتا ہے کہ اسے اپنی ہوش نہیں رہتی۔ اس طریق سے ایک آدمی کئی زندہ شیر دل کا شکار کر سکتا ہے اور انھیں پنجرے میں بند کر کے بڑی بڑی قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ یہ ہے تو بڑا منافع اور سودا مگر بڑے دل گردے کا کام ہے۔ کمزور دل آدمی کا تو دل ہی فیل ہو جائے ——

ہاں ——— تو قصہ میں چیتے کی آمد کی خبر سن کر میں فوراً ایک دوست کو ساتھ لے کر سکول پہنچا۔ اس وقت تک چیتے نے کئی آدمی زخمی کر دیئے تھے اور سکول کے برآمدہ میں مرد شکار کا منتظر تھا۔ چیتا بہت چالاک جانور ہے۔ اچانک حملہ کرتا ہے۔ شکاری اگر ذرہ بھر بھی غفلت کا ثبوت دے تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ چیتے نے ہمیں دیکھ لیا تھا اور وہ ہر لمحہ اپنی پوزیشن تبدیل کر رہا تھا۔ تاہم اثر دے کہ اسے ہماری طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے ——— میں اپنے ساتھی کو میدان کے وسط میں کھڑا کر کے سکول کے عقب میں گیا تا چیتے پر حملہ کر دوں۔ میرا ساتھی اس دوران محفوظ پھر کے لئے غافل ہوا۔ میں چیتے پر نظریں گاڑے عقب کی طرف جا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ چیتا بجلی کی تیزی سے میرے ساتھی پر حملہ آور ہوا۔ ابھی چیتا ہوا میں معلق تھا کہ میں نے فائر کیا۔ چیتا معمولی زخمی ہوا مگر وہ میرے ساتھی پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے ساتھی کی ذرا سی غفلت نے اسے شدید زخمی کر دیا میں دوسرا فائر نہیں کر سکتا تھا۔ کہ اس سے میرا ساتھی میری گولی کا نشانہ نہ بن جائے۔ چیتا حملہ کر کے سکول کے برآمدے پر چڑھ گیا۔ میں نشانہ باندھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ قدم قدم کر کے اس کے قریب ہوتا گیا۔ اس دوران چیتا حملہ کرنے کی پوزیشن میں تھا لیکن میں بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوری طرح محتاط ہو کر اس سے قریب تر ہو رہا تھا۔ میں نے برآمدہ سے دس گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر فائر نہ لیا۔ عین اس وقت چیتے نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میری گولی اس کے سر میں لگی اور چیتا مجھ سے دو گز کے فاصلہ پر آ گرا۔ ایل۔ جی کے کارتوس نے اس کے سر کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔

مجھے اپنے اسی احمدی دوست کا ایک اور واقعہ بھی یاد آیا ——— ہمارے یہ شکاری دوست پولیس کے محکمہ میں ملازم تھے۔ ایک بار انھیں اطلاع ملی کہ ساحل کے ملک سے سونا سمگل کر کے لایا جا رہا ہے یہ بندرگاہ کے قریب درختوں کے جھنڈ میں دو سپاہیوں کے ساتھ چھپ کر بیٹھ گئے۔ انھوں نے دور سے دیکھا کہ ایک کشتی ساحل کی طرف آ رہی ہے جب کشتی قریب آئی تو یہ درختوں کے (باقی صفحہ ۴۰۵)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لطائف وظرائف

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اونٹ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا۔"

اس شخص نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! میں بچہ لے کر کیا کروں گا؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "ہر اونٹ۔ اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔"

حضرت صہیب رومی مشہور صحابی رسولؐ تھے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قباء (متصل مدینہ) میں تھے۔ اور اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ صہیب رضی اللہ عنہ بھی کھانے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"آنکھ آئی ہوئی ہے اور کھجور کھا رہے ہو۔"

جواب دیا۔ "یارسول اللہ! میں اچھی آنکھ سے کھا رہا ہوں۔ ایک آنکھ تو درست ہے۔"

آنحضرتؐ ہنس پڑے۔

بہبل دربار اکبری کے مشہور حاضر جواب تھے مگر ایک حجام بیربل کا بھی استاد نکلا۔ ایک دن بیربل کا خط بنا رہا تھا کہ اس کا اُسترا بیربل کے سر میں لگ گیا اور سر سے خون بہنے لگا۔ بیربل چلّائے۔

"ہائے میرا سر کاٹ ڈالا۔"

حجام نے برجستہ کہا۔ "خاموش! کہیں کٹا ہوا سر بھی بولتا ہے؟"

لکھنؤ میں ایک صاحب کسی دکان پر جوتا خریدنے گئے اور دکاندار سے ایک جوتے کی قیمت پوچھی۔ اس نے انہیں گنوار سمجھ کر کہا:۔

"آٹھ آنے جوتا پڑے گا۔"

گاہک نے ترکی بہ ترکی جواب دیا:۔

"بہت گراں ہے۔ منافع آدھا نہ جوتا کھایئے!"

یہ کہہ کر اپنا راستہ پکڑا۔

مرزا غالب دہلوی قید فرنگ میں کئی مہینے گزار کر سلامتی سے واپس آئے۔ تو ان کا قیام کالے میاں صاحب کے ہاں ہوا۔ یہ شاہ ظفر کے مرشد زادے اور مشہور شیخ فخرالدین چشتی کے فرزند زادے تھے۔ کسی نے مرزا کو رہائی پر مبارک باد دی تو کہنے لگے:۔

"کون بھڑوا قید سے رہا ہوا ہے۔ پہلے گوہ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی قید تھا راب کانے کی قید میں ہوں۔"

بہادر شاہ ظفر اپنے باغ حیات بخش یا مہتاب باغ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آم کے درخت آموں سے لدے ہوئے اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ غالب آموں کی طرف بڑی غور سے دیکھ رہے تھے۔ شاہ ظفر نے پوچھا

"کیا دیکھ رہے ہو اتنے غور سے؟"

غالب نے جواب دیا:۔

"میں دیکھتا ہوں کہ ان میں سے کسی دانے پر میرا نام بھی لکھا ہے یا نہیں۔"

بادشاہ مسکرائے اور اسی روز ایک بہنگی عمدہ عمدہ آموں کی مرزا کے گھر بھجوا دی۔

مرزا غالب کے ایک دوست تھے حکیم رضی الدین خان۔ وہ آم نہیں کھاتے تھے۔ ایک دن غالب کے ہاں آئے۔ برآمدے میں بیٹھے تھے کہ ایک گدھے والا گلی سے گزرا۔ وہاں آم کے چھلکے پڑے تھے۔ گدھے نے سونگھا اور چھوڑ دیا۔ حکیم صاحب بولے۔

"دیکھیے مرزا صاحب گدھا بھی آم نہیں کھاتا۔"

مرزا غالب نے جواب دیا۔

"بے شک گدھا آم نہیں کھاتا۔"

غیر منقسم ہندوستان کا انگریز وائ
کرزن اپنی نفرت انگیز پالیسی کے اعتبا
بدترین انسان تسلیم کیا گیا ہے۔ ا

اس نے ہندوستان کے خلاف کہا تھا کہ:۔

"ہر ہندوستانی جھوٹا ہے۔"

اکبر الہ آبادی اس زمانہ میں سرکاری ملازمتوں کے ہندوستانی میں جگہ رکھتے تھے پھر بھی قوم و ملک کی اس اہانت کو برداشت نہ کر سکے۔ وہ کہتے ہیں:۔ ؎

"جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ"

ملا نصیر الدین کسی رئیس سے ملنے گئے۔ شام کا وقت تھا گھر کے باغیچے میں ملازم کھڑا ہوا تھا ملا نے اس سے کہا:۔

"اپنے مالک کو اطلاع کر دو کہ ملا آیا ہے۔"

ملازم نے واپس آکر کہا۔

"مالک ایک ضروری کام سے باہر گئے"
پھر آئیے گا۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسرے دن پھر آئے اور وہی سوال کیا۔ آج لوگوں نے "ہاں" میں جواب دیا تو ملّا بولے:۔

"جب تمہیں معلوم ہے تو پھر کیا ضرورت کہنے کی۔" پھر منبر سے اتر آئے۔

تیسرے دن پھر وہی سوال کیا۔ آج آدھے لوگوں نے "ہاں" کہا آدھے لوگوں نے "نہ" تو ملّا کہنے لگے۔ مجھے کو معلوم ہے کہ میں آج کیا کہوں گا۔ وہ ان لوگوں کو بتا دیں جنہیں معلوم نہیں ہے۔"

ایک وکیل کا کتّا قصائی کی دوکان سے گوشت کا ٹکڑا لے کر بھاگا تو قصائی نے وکیل سے کہا:۔ "کسی کا کتا گوشت لے جائے تو مالک پر اس ذمہ داری ہے۔"

کہا۔ "گوشت کے دام دے۔"

شاید

نہ کیجئے گا۔"

جواب دیا۔ "ہرگز نہیں۔ کلام اللہ میں کھلا کی زیادتی کروں گا۔"

لیکن جب وہ کلام مجید لکھ کر آیا تو ان صاحب نے کاتب صاحب سے پوچھا:۔

"کیوں حضرت۔ کچھ اصلاح تو نہیں کی؟"

جواب دیا:۔

"اور تو کوئی اصلاح نہیں کی البتہ جہاں جہاں ابلیس اور شیطان کا نام آیا تھا۔ وہاں میں نے یہ ناپاک نام لکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اس کی جگہ آپ کے والد بزرگوار اور اپنے والد ماجد کا نام لکھ دیا۔"

بیوی کام میں مصروف تھی اور میاں بچے کو بہلا رہے تھے لیکن بچہ چپ ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔

بیوی: ارے بچہ کیوں رو رہا ہے؟"

میاں:۔ میں کیا کروں یہ کہتا ہے کہ گدھے کی پیٹھ پر بٹھاؤ۔"

بیوی: "تو دو منٹ کے لئے بٹھا لو نا اپنی پیٹھ پر!"

(اور لیں اقبال بڑے ۳۳ جنوبی سرگودھا)

بیوی سے) بولی ہے یا ہوٹل پر جانا پڑے گا۔"

پانچ منٹ رک جاؤ!"

پانچ منٹ میں کھانا تیار ہو جائے گا۔

میں گیارہ بجے کے تیار ہو جاؤں گی

کے لئے۔"

(محمد شفیق گنری)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجالس کی رپورٹ

گوجرہ

مؤرخہ ۱۸ مئی بروز اتوار صبح نو بجے مکرم عبدالقدیر صاحب فیاض مربی سلسلہ کی قیادت میں مسجد احمدیہ سے ملحق مربی سلسلہ کے مکان کی سفیدی کے واسطے وقار عمل ہوا۔ یہ وقار عمل ۱۲ بجے دوپہر تک جاری رہا اتنے عرصہ میں اطفال نے بڑی خوشی اسلوبی اور جوش و خروش کے ساتھ کام کیا۔ طاہر احمد یاجوہ اور ظفر محمود احمد نے کام کا زیادہ حصہ مکمل کیا۔

مؤرخہ ۲۱ مئی بروز بدھ بعد نماز عصر مسجد احمدیہ سے ملحقہ زیر تعمیر توسیع شدہ ہال کا ترش بنانے کے لئے وہاں سے مٹی نکالنے کی ضرورت تھی۔ خاکسار کی قیادت میں اطفال اور خدام بھائیوں نے دو گھنٹہ وقار عمل کر کے تقریباً ۲۰۰ فٹ مربع مٹی کمرے سے نکالی نماز مغرب تک یہ وقار عمل جاری رہا۔

دوسرے روز ۸ بجے صبح مکرم چوہدری شریف احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی نگرانی میں پھر وقار عمل شروع ہوا اور بقیہ مٹی نکال کر فرش ہموار کر دیا گیا۔ ۱۲ بجے دوپہر یہ وقار عمل ختم ہوا

عصر کی نماز کے بعد وقار عمل پھر شروع ہوا لہٰذا اطفال نے مسجد کے کچے صحن میں مٹی ڈالی اور ہموار کی۔ یہ کام کافی دشوار تھا لیکن اطفال نے باوجود سخت گرمی کے نہایت ہمت اور ولولے سے اسے مکمل کر لیا۔

(طاہر محمود ثاقب
منتہد و ناظم اطفال مجلس خدام الاحمدیہ۔ گوجرہ)

النور آباد

مؤرخہ ۱۹۔ ۲۰ اپریل النور آباد کے اطفال نے پرجوش وقار عمل کیا اور جلسہ گاہ تیار کی۔ نیز مسجد کی صفائی اور مہمانوں کے قیام کی جگہ کسیر بچھائی گئی۔

(محمد سرور قائد خدام الاحمدیہ النور آباد)

لائلپور

مکرم منظفر منصور صاحب لائلپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ مؤرخہ ۱۸ مئی بروز اتوار نماز فجر کے بعد ایک سڑک کی تعمیر کے سلسلہ میں زبردست وقار عمل کیا گیا۔ جس میں دُور دُور سے اطفال نے شرکت کی۔ چند خدام اور انصار بزرگوں نے بھی شرکت فرمائی۔ مجموعی طور پر ۱۷۰۰ مکعب فٹ مٹی ڈال کر سڑک تیار کی گئی۔ الحمدللہ!

لاہور

ضلع لاہور کے اطفال کی ایک روزہ تربیتی کلاس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مؤرخہ یکم جون بروز اتوار منعقد ہوئی۔ ضلع بھر کے قریباً ۶۰۰ اطفال نے اس کلاس میں شرکت کی۔ اعلاس نہایت کامیاب رہا۔

لائل پور

لائلپور شہر کی دس نمبرہ تربیتی کلاس مؤرخہ ۱۷ تا ۱۵ رجون نہایت کامیابی سے منعقد ہوئی۔ ۸۰ فیصد اطفال نو بجے تک کلاس کے پروگرام میں شوق سے شریک ہوتے رہے۔ محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ ضلع لائلپور۔ محترم مربی صاحب۔ محترم قائد صاحب شہر و ضلع اور سب سے بڑھ کر محترم مسعود منصور صاحب ناظم اطفال لائلپور اس کلاس کی کامیابی پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

"بیوقوف بادشاہ" بقیہ صفحہ (۱۶)

یہ وہی پیر کا مرید تھا جو اپنی صحت بنا رہا تھا۔ وہ پکڑا گیا۔ مرید کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالا گیا تو اس کی گردن میں بالکل پورا آ گیا۔ جیسے اسی کے لئے بنایا گیا ہو۔ اب مرید نے آخری خواہش پیر صاحب سے ملنے کے لئے کی۔ پیر صاحب بلائے گئے۔ مرید نے پیر صاحب سے کہا۔ "جناب!" پیر صاحب نے کہا کہ جب تمہاری پھانسی کا وقت آئے گا۔ تو میں آ جاؤں گا۔ اور میں کہوں گا کہ پھانسی مجھے دی جائے۔ اور تم کہنا کہ نہیں پھانسی مجھے دی جائے۔

مرید نے ایسا ہی کیا۔ جب پھانسی لینے میں ایک منٹ باقی رہ گیا تو پیر صاحب بھاگے بھاگے آئے اور شور مچا دیا کہ "پھانسی مجھے دی جائے۔ پھانسی مجھے دی جائے!" ادھر مرید نے چلانا شروع کیا کہ "نہیں پھانسی مجھے ملنی چاہیئے۔"

بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ آیا۔ اور ان سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کیا راز ہے؟ کیا ماجرا ہے؟ کہ پھانسی تم دونوں لینا چاہتے ہو؟"

پیر صاحب بڑے چالاک تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ کہ بات دراصل یہ ہے کہ اس وقت جو بھی پھانسی لے گا۔ وہ سیدھا جنت میں جائیگا۔ بادشاہ بڑا حیران ہوا اور پھر خوش ہو کر حکم دیا۔ کہ ان دونوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اور مجھے پھانسی دی جائے۔ کیونکہ میں سیدھا جنت میں جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ کو پھانسی دے دی گئی۔ اور پیر و مرید دونوں رفوچکر ہو گئے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے۔

"چیتے کا شکار" بقیہ صفحہ (۴۳)

جھنڈ سے کشتی پر جھپٹے۔ کشتی والے ان سے بھی زیادہ بیدار مغز اور چالاک نکلے انہوں نے سوچا کہ اگر سونا پکڑا گیا تو ہم قانون کی گرفت میں آ جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے سونے کی بھری ہوئی تھیلی سمندر میں پھینک دی۔ ہمارے احمدی شکاری نے عقاب کی سی تیزی سے پانی میں چھلانگ لگا دی اور سمندر کی تہہ میں جاتی ہوئی تھیلی کو راستہ میں جا لیا اور تیر کر باہر آ گئے۔ سارے سمگلروں کو سزا ملی اور ہمارے احمدی جوان کو ایسی ہی قربانیوں کی بنا پر معمولی سپاہی سے

ایڈیٹر: محمد شفیق خٹک۔ پرنٹر: سید عبد الحی۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ تشحیذ الاذہان دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

احمدی کی تعریف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ

ہوں اللہ کا بندہ محمد کی امت
ہے احمد سے بیعت خلیفہ سے طاعت
مرا نام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

طلب میں خدا کی بہت خاک چھانی
ہر اک دین دیکھا ہر اک جا دعا کی
پھر انجام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

خدا کی عبادت رسولوں کی نصرت
قیام شریعت ہدیٰ کی اشاعت
مرا کام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

وساوس - رزائل ہوئے مجھ سے زائل
یقیں میرا کامل ہوں جنت میں داخل
بآرام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

زمانہ سے ان بن سبھی میرے دشمن
لہو کے ہیں پیاسے مسلمان - برہمن
گر الزام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

ہیں اثمار ایماں نجات اور عرفاں
مقامات مرداں ملاقات یزداں
جو قسام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

سیہ کار اسود ریا کار احمر
جو مغضوب ابیض تو دجال اصغر
پہ بدنام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

میں کعبہ ہوں سب کا حرم اپنے رب کا
جو ملجا عجم کا تو ماویٰ عرب کا
اب اسلام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

(مطبوعہ الفضل مئی ۱۹۲۵ء)

JULY 1975 REGD. No. L 7128

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شیزان

گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے

شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ، لاہور

Monthly TASH-HEEZ-UL-AZHAN Rabwah
Nusrat Art Press, Rabwah